عظمت و فضائلِ اہلِ بیتِ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

(البحث لنیل شهادة العالمية فی العلوم العربية والإسلامية "ماجستير")



مقالہ نگار: میمونہ لطیف ولد محمد لطیف

عالمیہ اول رول نمبر: 242955

نگرانِ مقالہ: بنتِ افضل

معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز، ڈھوک کالا خان

شعبۃ الامتحانات کنز المدارس بورڈ پاکستان

2026ء/1447ھ



KANZ-UL-MADARIS BOARD

1447ھ | 2026ء

نتیجہ از ممتحن برائے عالمیہ

عنوانِ مقالہ: عظمت و فضائل اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم — عنوان نمبر: 28

نام اُمیدوار: میمونہ لطیف — عالمیہ سال دوم کا رول نمبر: ________

نام ادارہ: جامعۃ المدینہ فیضانِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا صدر — ڈویژن: راولپنڈی

نمبرات کی تقسیم کاری اور مختصر ملاحظات

نمبر شمار	مقالہ کے حصے	مقررہ نمبر	حاصل کردہ نمبر	نمبر کم ہونے کی وجہ
1	فہرست عنوانات + ٹائٹل پیج	10		
2	مقدمہ میں درج ذیل امور کا احاطہ ضروری ہے۔ تعارفِ موضوع، اہمیتِ موضوع، مقاصدِ تحقیق، اسبابِ انتخابِ موضوع، فرضیہ تحقیق، سابقہ تحقیقات کا جائزہ اور منہج تحقیق	20		
3	صُلبِ موضوع (سوالات و اہداف کے مطابق موضوع پر تحقیق)	120		
4	حواشی و حوالہ جات	10		
5	موضوع کی بحث پر مبنی نتائج / خلاصہ بحث	10		
6	موضوع پر مزید کام کرنے کی تجاویز	10		
7	مقالہ میں وارد آیات و احادیث کی فہرست (آخر میں لگائیں)	10		
8	فہرست مصادر و مراجع	10		
	میزان	200		

مقالہ کے بارے میں ممتحن کے عمومی تاثرات: ________

____

____

نام ممتحن ________

دستخط ممتحن ________

تاریخ ________

نوٹ: مندرجہ بالا پر فارما کاپی کرکے اُمیدوار اپنے مقالے کے آغاز میں لگائے، اس میں مطلوبہ کوائف کو اُمیدوار خود احتیاط سے درج کرے۔



تصدیق نامہ

میں اس بات کی تصدیق کرتی ہوں کہ مقالہ ہذا بعنوان "عظمت و فضائلِ اہلِ بیتِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین" مقالہ نگار (**بنتِ محمد لطیف**) نے میری نگرانی میں مکمل کیا۔ میں ان کے منہجِ تحریر و تقریر سے مطمئن ہوں نیز یہ مقالہ اس سے پہلے کسی ادارے جامعہ میں حصول سند کے لئے پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط نگرانِ مقالہ: ____________

بنتِ افضل

معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز، ڈھوک کالا خان

کنز المدارس بورڈ پاکستان

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو پیارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہلِ بیتِ کرام، بالخصوص سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نہایت محبت وعقیدت کے ساتھ پیش کرتی ہوں۔ رب کریم ان بلند پایہ ہستیوں کے درجات مزید بلند فرمائے اور اپنے فیضِ خاص سے مجھے بھی حصہ عطا فرمائے۔

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اپنے پیارے رب عزو جل کا شکر ادا کرتی ہوں کہ جس نے اپنے محبوب کریم ﷺ اور اپ کی آلِ پاک علیہم الرضوان کے صدقے یہ توفیق بخشی کہ میں نے اپنے اس مقالے کو بڑی کوشش و مسلسل جدوجہد سے پایا تکمیل تک پہنچایا۔

اس کے بعد میں نہایت مشکور ہوں ان عظیم ہستیوں کی جن کی وجہ سے اج یہ مقام نصیب ہوا۔ یہ سب میرے شفیق والدینِ کریمین کی دعاؤں اور محنتوں کے سبب ہوا۔

اللہ پاک ورسول اللہ ﷺ کے کرم و فضل اور والدین کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ میں اج اپنے عظیم اساتذہ کرام کی بھی مشکور ہوں کہ جن کی محنتوں سے آج اس مقام کو پایا۔ اللہ پاک میرے تمام اساتذہ کرام کو دین ودنیا کی تمام بھلائیوں سے نوازے اور اپنی دائمی رضا عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَعِتْرَتِهِ أَجْمَعِينَ،

أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

تعارف موضوع:

اسلامی تعلیمات کا محور و مرکز ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیتِ اطہار کو اس نسبتِ خاصہ کی بنیاد پر دینِ اسلام میں ایک منفرد و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اہلِ بیتِ کرام وہ ہستیاں ہیں جن کی محبت و اتباع کا حکم دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرمادیا کہ ہدایت کا راستہ انہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اہلِ بیت کی عظمت و فضائل کا بیان دراصل اسلام کے اخلاقی، روحانی اور ایمانی پہلوؤں کی تکمیل ہے، کیونکہ ان کی زندگیاں صبر، ایثار، عبادت، شجاعت اور تقویٰ کی عملی تفسیر ہیں۔ تاریخِ اسلام میں اہلِ بیت نے نہ صرف دین کی حفاظت میں بے مثال قربانیاں دیں، بلکہ امت کو علم، کردار اور اخلاق کی وہ روشن مثالیں عطا کیں جو قیامت تک کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

اہمیت موضوع:

اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و فضائل کا موضوع دینِ اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن پاک نے جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حکم دیا، وہیں آپ کے اہلِ بیت کی محبت کو بھی ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا۔ اہلِ بیتِ اطہار کی مبارک زندگیاں صبر، قربانی، تقویٰ اور ایمان کی روشن مثالیں ہیں۔ ان کی سیرت کا مطالعہ امت کو راہِ حق پر استقامت، عدل و انصاف اور اخلاقی بلندی کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے ان کے فضائل پر تحقیق محض علمی ضرورت نہیں، بلکہ دینی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بھی بے حد اہم ہے۔ اس موضوع پر غور و مطالعہ امت میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے کو تازہ کرتا، اتحادِ امت کو مضبوط کرتا اور دلوں

میں اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و محبت کو اجاگر کرتا ہے، جس کا تقاضا پیارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا۔ ان کی محبت تمام مکاتبِ فکر کو جوڑنے والی کڑی ہے۔

مقاصد تحقیق:

1. لفظ "اہلِ بیت" کی تحقیق اور اہلِ بیتِ کرام میں شامل مشہور شخصیات کا تعارف پیش کرنا۔
2. قرآن و سنت اور اقوالِ علماء کی روشنی میں ان کے فضائل کا جامع مطالعہ پیش کرنا۔
3. امت میں اہلِ بیت کے متعلق درست عقائد و نظریات کو واضح کرنا۔
4. مسلم امہ کے لیے ان کے مقام و مرتبے کو واضح کرنا۔
5. اہلِ بیتِ کرام کی عقیدت و محبت کے دینی اور روحانی پہلوؤں کو اجاگر کرنا۔

اسباب تحقیق موضوع:

اس موضوع پر تحقیق کے متعدد اسباب ہیں۔ چونکہ اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و محبت کو قرآن و سنت میں ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، اسی دینی جذبے اور محبتِ اہلِ بیت کے باعث اس موضوع پر تحقیق کا رجحان پیدا ہوا، تاکہ ان کے فضائل کو علمی انداز میں پیش کیا جاسکے۔ نیز آج کے دور میں اہلِ بیتِ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں کئی غلط فہمیاں اور افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اہلِ بیت کی صحیح عظمت، ان کے فضائل اور مقام کو معتبر دینی مآخذات کی روشنی میں واضح کیا جائے۔ مزید یہ کہ تاریخِ اسلام میں اہلِ بیتِ کرام علیہم الرضوان کی قربانیوں، جدوجہد اور کارناموں سے، جو کہ امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں، نئی نسل کو آگاہ کرنا نیز ان کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ عالیہ، جو کہ کئی اوصافِ کمالیہ اور جلیلہ کی حامل ہے، سے عملی و اخلاقی اسباق اخذ کرنا بھی مقصود ہے۔

فرضیہ تحقیق:

1. اس تحقیق کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ اہلِ بیتِ کرام علیہم الرضوان کی عظمت و فضائل محض عقیدت پر مبنی نہیں، بلکہ قرآن و سنت کے مضبوط دلائل پر قائم ہیں۔
2. علمی دلائل سے اس بات کا ثبوت ہے کہ اہلِ بیتِ کرام نہ صرف نسبی اعتبار سے برگزیدہ ہیں، بلکہ دینی، عملی اور روحانی کمالات میں بھی امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔
3. نیز اسلام کی تاریخ میں ان کا کردار امت کی اصلاح و ہدایت میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و فضائل اسلامی تاریخ کا ایسا موضوع ہے، جس پر قدیم و جدید ادوار میں متعدد علماء و محققین نے قلم اٹھایا۔ محدثین، مفسرین اور متکلمین نے مختلف جہات سے اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا اور اہلِ بیت کی قدر و منزلت کو نمایاں کیا۔ ابتدائی دور میں محدثین نے اپنی کتبِ حدیث میں اہلِ بیت کے فضائل و مناقب پر مشتمل ابواب قائم کیے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ معتبر کتب میں اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مفسرین نے بھی آیاتِ قرآنیہ، مثلاً آیۂ تطہیر[1]، آیۂ مودت[2]، آیۂ مباہلہ[3] وغیرہ کی تفسیر میں اہلِ بیت کی فضیلت و مقامِ رفعت کو واضح کیا۔ بعد کے ادوار میں اس موضوع پر علامہ جلال الدین سیوطی، امام ابن حجر عسقلانی، امام نووی رحمہم اللہ وغیرہ نے مدلل انداز میں بیان کیا۔ تاہم ان میں اکثر تحقیقات کسی ایک فرد یا مخصوص جہت تک محدود رہیں۔ میری یہ تحقیق ان سابقہ کوششوں کا تسلسل ہے، لیکن اس میں اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و فضائل کو جامع تحقیق اور تقابلی انداز میں، قرآن و حدیث، اقوالِ مفسرین و محدثین اور تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ یہ موضوع منظم علمی و تحقیقی شکل میں سامنے آسکے اور مختلف جگہ بکھری ہوئی معلومات کو یکجا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

---

[1] (الاحزاب:33)
[2] (الشوریٰ:23)
[3] (آل عمران:61)

منہج تحقیق:

میں نے اس مقالے میں بیانیہ طرزِ تحقیق اختیار کیا ہے۔ حوالہ جات و دیگر تحقیق میں "کنزالمدارس بورڈ پاکستان" کے فارمیٹ پر عمل کیا ہے۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ جدید الیکٹرانک ذرائع مثلاً انٹرنیٹ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ قدیم و جدید تحقیقات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ میں نے اس میں ابواب اور ان کے تحت آگے فصول کو ذکر کیا ہے۔ اصولاً نئی و عمدہ معلومات کو شامل کرنے کا التزام کیا ہے، تاکہ قاری و سامع کے علم میں اضافے کا سبب بنے اور مقالے کو لکھنے کا مقصد، یعنی دوسروں کے دلوں میں اہلِ بیت کی محبت و عظمت پیدا کرنا، اپنے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

اجمالی فہرست

باب اول: اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا تذکرہ وتعارف

- فصل اول: لفظِ "اہلِ بیت" کی تحقیق
- فصل دوم: محبتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا معیار
- فصل سوم: اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق اسلامی عقائد ونظریات

فصل اول:

لفظِ "اہلِ بیت" کی تحقیق

اہلِ بیت کی لغوی تحقیق و معنی

لغت میں کسی شخص کے "اہل" وہ لوگ ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہوں۔ پھر مجازاً جو لوگ اس کے نسب میں شریک ہوں، ان کو بھی اس کا "اہل" کہا جاتا ہے۔ "بیت" عربی میں گھر کو کہتے ہیں۔ اور گھر تین قسم کا ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے گھر والوں کے بھی تین طبقے ہیں: اہلِ بیتِ نسب، اہلِ بیتِ سکنا، اور اہلِ بیتِ ولادت۔[4]

- اہلِ بیتِ نسب سے مراد انسان کے وہ رشتہ دار ہیں جو نسب میں آتے ہیں، یعنی باپ، دادا وغیرہ۔
- اہلِ بیتِ سکنا سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو گھر کے اندر آباد ہوتے ہیں، جیسے زوجہ وغیرہ۔
- اہلِ بیتِ ولادت سے مراد اولاد ہے جو بندے کی نسل سے پیدا ہوئی ہو۔

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد:

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے۔ "اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" چند معنی میں آتا ہے:

1. پہلے معنی: وہ جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے، یعنی بنو ہاشم: حضرت عباس، حضرت حارث، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد۔
2. دوسرے معنی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں پیدا ہونے والے، یعنی اولاد۔
3. تیسرے معنی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں رہنے والے، جیسے ازواجِ مطہرات۔
4. چوتھے معنی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں آنے جانے والے، جیسے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید وغیرہ۔

---

[4](حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، «مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح»، نعیمیہ کتب خانہ گجرات، جلد 8، صفحہ 410)

پہلے معنیٰ کا ثبوت:

بنی ہاشم کے اہلِ ایمان لوگوں کا اہلِ بیت میں سے ہونا حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت عبد المطلب بن ربیعہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کزن کے بیٹے) اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (ان کے والد نے انہیں فرمایا) کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جاؤ اور عرض کرو کہ تمہیں مالِ صدقہ پر عامل مقرر کر دیں۔ یہ حاضر ہوئے اور عرض کی، تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ))[5]

"بے شک صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں، اور یقیناً یہ محمد اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں۔"

«المعجم الکبیر» للطبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بنی ہاشم! تم اپنے نفس پر صبر کرو، کہ صدقات آدمیوں کے دھوون (گندگی) ہیں۔"[6]

ان احادیثِ مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ بنو ہاشم بھی اہلِ بیتِ کرام میں شامل ہیں، کیونکہ مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنو ہاشم کو "آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" میں شمار فرمایا اور یہ کہ ان پر صدقہ حلال نہیں۔

بنی ہاشم کے جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں شامل افراد:

بنی ہاشم کے وہ افراد جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں: آلِ حضرت عباس، آلِ حارث، آلِ جعفر، آلِ عقیل اور آلِ علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

[5] (مسلم بن حجاج القشیری، «صحیح مسلم»، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوۃ علی رسول اللہ وعلی آلہ، رقم الحدیث: 2482)

[6] («بہارِ شریعت»، ص923)

* **آلِ عباس رضی اللہ عنہ:** حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں۔ انہوں نے غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضرت عباس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ان کے اور ان کی اولاد کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سی بشارتیں دیں اور اچھی دعائیں بھی فرمائیں۔ 32 یا 33 ہجری میں 87 یا 88 برس کی عمر پا کر وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کی اولاد کو ہی "آلِ عباس" کہا جاتا ہے۔[7]

* **آلِ حارث:** حارث بن عبد المطلب، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں، سب سے بڑے تھے۔ یہ عبد المطلب کی حیات میں ہی فوت ہو گئے۔ انہی کی اولاد کو "اولادِ حارث" کہا جاتا ہے۔

* **آلِ جعفر رضی اللہ عنہ:** حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یہ ابو طالب کے بیٹے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہیں، جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تقریباً 10 سال بڑے تھے۔ انہی کی اولاد کو "آلِ جعفر" کہا جاتا ہے۔

* **آلِ عقیل رضی اللہ عنہ:** حضرت عقیل رضی اللہ عنہ یہ ابو طالب کے بیٹے ہیں اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ انہی کی اولاد کو "آلِ عقیل" کہا جاتا ہے۔

* **آلِ علی رضی اللہ عنہ:** آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک علی، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب، لقب اسد اللہ، مرتضیٰ اور حیدر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ ابتدائے عمر میں، بلوغ کے قریب ہی آپ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عزتِ مواخات بھی رکھتے ہیں۔ آپ غزوہ تبوک کے علاوہ باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ تبوک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو مدینہ منورہ میں اور اپنے گھر بار کا انتظام فرمانے کے لیے مدینہ پاک چھوڑا تھا۔ 18 ذی الحجہ، جمعہ کے دن، شہادتِ عثمان غنی کے بعد 35 ہجری کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ بنو ہاشم میں پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ سابقینِ اولین اور علمائے ربانیین میں سے ہیں۔ عرب و عجم، بحر و بر میں آپ کے زور و قوت کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہیبت و دبدبے سے آج جوان مردانِ شیر دل کانپ جاتے ہیں۔ ساداتِ کرام اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ پروردگارِ عالم نے آپ سے جاری

---

[7] (القطلانی، «المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ»، الفصل الرابع فی أعمامہ... الخ، جلد 4، ص 464-465؛ الزرقانی، «شرح المواہب اللدنیۃ»، باب ذکر بعض مناقب العباس، جلد 4، ص 485-486، ملتقطاً)

فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر بھی ہیں۔ آپ کے حق میں قرآن کی بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں۔ آپ کے دورِ خلافت میں 36ہجری میں جنگِ جمل، 37ہجری میں جنگِ صفین ہوئی، جو کہ ایک صلح پر ختم ہوئی۔ آپ کی خلافت چار سال نو ماہ چند دن ہوئی۔ عبد الرحمن بن ملجم مرادی نے جب آپ فجر کی نماز کے لیے جارہے تھے تو 18 رمضان المبارک، جمعہ کے دن 40ہجری میں آپ کو شہید کیا۔ آپ کو حضرات حسنین کریمین اور عبد اللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بوقتِ وفات عمرِ مبارک 63 برس تھی۔ آپ کو دارالامارۃ کوفہ میں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ لوگوں نے ابن ملجم کے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکرے میں رکھ کر آگ لگادی اور وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔[8]

اصل نسلِ صفا، وجہِ وصلِ خدا

بابِ فصلِ ولایت پر لاکھوں سلام[9]

دوسرے معنیٰ کا ثبوت:

اولاد کا اہلِ بیت میں شامل ہونا بھی حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ " نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ "[10]، تو

((دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَفَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي)) [11]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور عرض کیا: "الٰہی! میرے گھر والے یہ ہیں۔"

[8] («سوانحِ کربلا»، ص69؛ «مرآۃ المناجیح»، جلد 8، صفحہ 47؛ «کراماتِ شیرِ خدا»، ص49)

[9] («حدائقِ بخشش»)

[10] (آل عمران:61)

[11] (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، «جامع ترمذی»، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ آل عمران، رقم الحدیث: 2999)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، آپ پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔ حسن ابن علی آئے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو داخل کر لیا۔ پھر جناب حسین رضی اللہ عنہ آئے، وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ پھر جناب فاطمہ آئیں، انہیں بھی داخل کر لیا گیا۔ پھر جناب علی آئے، انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر فرمایا:

((اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا)) [12]

"اے اہلِ بیتِ نبوت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک وصاف فرما دے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا اور کہا: "اللہ عزوجل! یہ لوگ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لہٰذا تو اپنی صلاۃ وبرکات آلِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما، بے شک تو تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔" [13]

ان احادیثِ مبارکہ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ان کی اولاد کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (اہلِ بیت) کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت آپ کی طرف نہ صرف یہ کہ صحیح ہے، بلکہ دنیا و آخرت میں نفع دینے والی ہے۔

تیسرے معنی کا ثبوت:

ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں سے ہونا قرآنی آیات سے ثابت ہے۔

- رب کریم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جناب ابراہیم علیہ السلام کی اہلبیت فرمایا:

آیتِ مبارکہ: ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [14]

---

[12] (مسلم بن حجاج القشیری، «صحیح مسلم»، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: 6261)

[13] (ابن حجر ہیتمی، «الصواعق المحرقۃ»، مترجم، ص385)

[14] (ھود:73)

ترجمہ کنزالایمان:"اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو!"

❖ حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو جناب موسیٰ علیہ السلام کا اہلِ بیت فرمایا:

آیتِ مبارکہ: ﴿إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا﴾[15]

ترجمہ:"جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بیوی سے کہا: تم ٹھہرو، مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔"

❖ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل فرمایا:

آیتِ مبارکہ: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾ [16]

ترجمہ کنزالایمان:"اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو اپنے گھر سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے۔"

تو ان آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ اور دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

چوتھے معنی کا ثبوت:

وہ حضرات جو کثرت سے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر آتے جاتے، خدمت کرتے اور آپ کے گھر سے خاص تعلق رکھتے تھے، انہیں بھی مجازی طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہلِ بیت کہا جاتا ہے، جیسے حضرت سلمان، حضرت اسامہ، حضرت زید

---

[15](طٰہٰ:10)

[16](آل عمران:121)

وغیرہ۔ جیسا کہ روایت میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ)) یعنی "سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے۔" اور فرمایا: ((فَاتَّخِذْهُ صَاحِبًا)) یعنی "انہیں اپنا ساتھی بنالو۔"[17]

اسی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت پاکر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ ہم آپ سے پوچھیں کہ آپ کے علم میں سب سے زیادہ آپ کو محبوب کون ہے؟

((فَقَالَا: مَا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ أَهْلِكَ، قَالَ: "أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ مَنْ قَدْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ، وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ)) [18]

فرمایا: "فاطمہ بنت محمد۔" تو وہ دونوں بولے: ہم آپ کی اولاد کے متعلق نہیں پوچھتے ہیں۔ فرمایا: "میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے انعام کیا، اور وہ اسامہ بن زید ہیں۔"

ان مذکورہ روایات سے ظاہر ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں آنے جانے والے خادم اور خصوصی نسبت رکھنے والوں کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اہلبیت میں شمار فرمایا۔

جامع کلام و دلیل:

"اہلِ بیتِ کرام" کے لفظ سے بطور خاص حسنین کریمین، بی بی فاطمہ اور مولا علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان و فضائل کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن گزشتہ کلام سے واضح ہوا کہ "اہلِ بیت" کا اطلاق صرف ان چار ہستیوں پر نہیں، بلکہ اہلِ بیت کے لفظ کا دائرہ وسیع ہے۔ جیسے اہلِ بیت کا اطلاق ان چار ہستیوں پر ہے، ویسے ہی اس کا اطلاق ازواجِ مطہرات، بنو ہاشم کے اہلِ ایمان افراد پر بھی ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے قیام فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: "اے لوگو! میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے رب عزوجل کی طرف

---

[17] («مسند البزار»، جلد 13، ص 139، حدیث نمبر 6534)

[18] (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، «جامع ترمذی»، کتاب المناقب، باب مناقب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3819)

سے میرے پاس ایک قاصد آئے اور میں اس کو جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں: ان میں سے ایک تو اللہ پاک کی کتاب ہے، جس میں نور اور ہدایت ہے۔ لہٰذا اللہ پاک کی کتاب سے دلیل پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو۔" اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں بڑی رغبت و ترغیب دلائی۔ پھر ارشاد فرمایا: "دوسرے اہلِ بیت ہیں۔" آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین بار ارشاد فرمایا: "میں تم کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ پاک کا حکم یاد دلاتا ہوں۔" زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت میں سے نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہن۔ آپ نے فرمایا: "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں سے ہیں، مگر اہلِ بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے۔" استفسار کیا گیا: وہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: "وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ عباس اور آلِ جعفر ہیں۔" استفسار کیا گیا: ان تمام پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: "ہاں۔" [19]

اہلِ بیتِ کرام میں شامل شخصیات کا تعارف

تذکرۂ ازواجِ پاک:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بھی بہت ہی بلند مرتبہ ہے۔ ان کی شان میں قرآن کی بہت سی آیاتِ بینات نازل ہوئیں، جن میں ان کی عظمتوں کا تذکرہ اور رفعتِ شان کا بیان ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ [20]

ترجمہ کنزالایمان: "اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

---

[19](ابن حجر ہیتمی، «الصواعق المحرقۃ»، عربی، باب فی الولایات الواردۃ فیہم، ص149)

[20](سورۃ الاحزاب:32)

یعنی اے میرے حبیب کی بیویو! تم فضیلت اور شرف میں دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو، کیونکہ تم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور تمام مومنوں کی مائیں ہو، اور تمہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص قرب حاصل ہے۔ اور جب تمہاری قدر اتنی اعلیٰ اور تمہارا رتبہ اتنا عظیم ہے، تو یہ بات تمہاری شان کے لائق نہیں کہ تم دنیا کی زینت اور آرائش کا مطالبہ کرو۔[21]

اور اللہ پاک فرماتا ہے:

﴿ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾[22]

ترجمہ کنزالایمان: "اور اس کی (نبی کی) بیبیاں ان کی مائیں ہیں"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہذا امہات المؤمنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی، نیز امہات المؤمنین کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا۔[23]

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام[24]

---

[21] («روح البیان»، الاحزاب، تحت الآیۃ: 32، جلد 7، صفحہ 169؛
«تفسیر کبیر»، الاحزاب، تحت الآیۃ: 32، جلد 9، صفحہ 167؛
«حاشیۃ الصاوی»، الاحزاب، تحت الآیۃ: 32، جلد 5، ص 1637، ملتقطاً)

[22] (الاحزاب: 6)

[23] (بغوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: 6، 3 / 437، ملخصًا)

[24] (حدائقِ بخشش)

یہ حکم حضور ﷺ کی ان تمام ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے لیے ہے جن سے حضور ﷺ نے نکاح فرمایا، چاہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی میں ان کا انتقال ہوا ہو یا حضور اکرم ﷺ کے بعد انھوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لیے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائقِ تعظیم وواجب الاحترام ہیں۔[25]

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ازواج کی تعداد:

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بیویاں بعض وہ ہیں جو نکاح میں بھی آئیں اور قرب سے بھی مشرف ہوئیں، بعض وہ ہیں جو نکاح میں آئیں مگر قربت سے پہلے انھیں طلاق ہوگئی، بعض کو حضور نے صرف پیغام دیا مگر ان سے نکاح نہ ہوا، بعض حضور کے زمانے میں وفات پا گئیں ﷺ، بعض حضور ﷺ کے بعد فوت ہوئیں۔ لہٰذا جو ازواج مطہرات نکاح اور مقاربت دونوں سے مشرف ہوئیں ان کی تعداد 11 یا 13 یا 14 ہے اور ٹھیک یہ ہے:

1: خدیجہ بنت خویلد، 2: سودہ بنت زمعہ، 3: عائشہ صدیقہ، 4: حفصہ بنت عمر، 5: زینب بنت خزیمہ، 6: ام سلمہ بنت امیہ، 7: زینب بنت جحش، 8: ام حبیبہ بنت ابوسفیان، 9: جویریہ بنت حارث، 10: میمونہ بنت حارث، 11: صفیہ بنت حییٰ، 12: ریحانہ بنت زید۔ (رضی اللہ تعالی عنہن اجمعین)

اور بیس بیویاں وہ ہیں جن سے نکاح ہوا مگر مقاربت سے پہلے طلاق ہوگئی۔[26]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سب سے پہلی رفیقہ حیات ہیں۔ آپ کی ولادت عام الفیل سے 15 سال پہلے ہوئی، نام خدیجہ، والد کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب دیگر ازواج کی نسبت سب سے کم واسطوں سے رسول اللہ ﷺ کے نسب سے ملتا ہے اس لحاظ سے آپ کو فضیلت حاصل ہے۔ آپ خاندانِ قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت دولت مند خاتون تھیں۔ آپ

---

[25] (زرقانی علی المواھب، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواج الطاھرات۔۔۔الخ، ج4 ص356-357)

[26] (حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی: مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح نعیمی کتب خانہ گجرات جلد 8 صفحہ 447)

رضی اللہ عنہا کی کنیت ام القاسم اور ام ہند ہے۔ لقب سب سے مشہور الکبریٰ ہے۔ مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح سے پہلے آپ کی دو مرتبہ شادی ہو چکی تھی پہلے ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ان کی وفات ہو جانے کے بعد عتیق بن عابد مخزومی سے ہوئی۔ جب یہ بھی وفات پا گیا تو کئی رؤسائے قریش نے آپ رضی اللہ عنہا کو شادی کے لیے پیغام دیا لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ نے خود ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور جمال صورت و کمال سیرت سے متاثر ہو کر شادی کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آ گئیں۔

سب سے پہلے آپ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے کر آئیں اور ابتدائے اسلام میں جب کہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اٹھ رہا تھا تو ایسے کٹھن وقت میں آپ کی ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مونسِ حیات بن کر تسکینِ خاطر کا باعث تھی اور جس طرح تن من دھن سے بارگاہِ نبوت میں اپنی قربانی پیش کی اس خصوصیت میں تمام ازواج مطہرات پر آپ کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی آپ کا شمار ان چار عورتوں میں ہوتا ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی عورتوں میں سب سے افضل قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث پاک مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں جنت کا انگور کھلایا۔[27] آپ پچیس (25) سال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں بالآخر نبوت کے دسویں سال، دس رمضان المبارک ہجرت سے تین سال قبل (65) پینسٹھ سال کی عمر پا کر آخرت کے سفر کا آغاز فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ میں واقع مشہور قبرستان جحون میں خود بنفسِ نفیس ان کی قبر میں اتر کر مقدس ہاتھوں سے سپردِ خاک فرمایا اس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا اس لیے نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔[28]

وہ شریکِ حیاتِ شہِ لامکاں
سیما پہلی ماں کہفِ امن واماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام[29]

---

[27](المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد 4، صفحہ 315، حدیث: 6098)

[28] (مذکورہ مواد: سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ 652 + امہات المومنین صفحہ 31، المدینہ العلمیہ)

[29](بہارِ عقیدت ص 11)

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام سودہ، والد کا نام زمعہ اور والدہ کا نام شموس ہے۔ آپ کی کنیت ام اسود ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے 9ویں جدِ محترم پر جا کر آپ کا نسب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔ آپ پہلے اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں، ان سے ان کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبد الرحمن رکھا گیا۔ حضرت سودہ اور ان کے پہلے شوہر حضرت سکران دونوں نے حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں شرکت کی تھی، پھر جب حبشہ سے واپس آکر دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ آئے تو ان کا شوہر وفات پا گیا اور یہ بیوہ ہو گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت مغموم و اداس رہنے لگے تھے تو حضرت خولۃ بنت حکیم کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ سے نکاح فرمالیا۔ آپ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس والہانہ محبت و عقیدت سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری اور خدمت گزاری کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ بھی اعلیٰ اوصاف اور حسنِ اخلاق کی مالک تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض اوقات بیان فرماتیں:

((مَا رَاَیْتُ امْرَاَۃً اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ فِیْ مِسْلَاخِہَا مِنْ سَوْدَۃَ بِنْتِ زَمْعَۃَ)) [30]

"میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جس کے طریقے پر ہونا مجھے سودہ بنت زمعہ کے طریقے پر ہونے سے زیادہ محبوب ہو"۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد 5 ہے جن میں ایک بخاری شریف اور باقی سنن اربعہ میں ہیں (سنن اربعہ: حدیث کی چار مشہور کتابیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاحیات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور آرام کے لیے کوشاں رہیں، آپ نے حضور علیہ السلام کے دلجوئی کے لیے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ بالآخر زمانہ سلطنت حضرت امیر معاویہ شوال المکرم 54ھ کو سفر آخرت کا آغاز فرمایا۔

---

[30] (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب جواز ھبتہا، حدیث: 1363)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نورِ نظر اور دخترِ نیک اختر ہیں۔ آپ کا نام عائشہ اور والدہ محترمہ کا نام زینب ہے، لیکن آپ اپنی کنیت ام رومان سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت آپ کے بھانجے کی نسبت سے ام عبد اللہ ہے جو کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ آپ کے بے شمار القاب ہیں جن میں ایک "صدیقہ" بھی ہے کیونکہ آپ کی صداقت کی گواہی قرآن کریم نے دی۔ اور ایک لقب "حمیرا" ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے مقامات پر آپ کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا اور شوال 2 ہجری میں مدینہ منورہ کے اندر کاشانہ نبوی میں داخل ہو گئیں اور نو برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں یہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہِ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکے بارے میں ارشاد ہے کہ

((مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا))[31]

"کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی مگر حضرت عائشہ جب میرے بستر نبوت پر سوئی رہتی تھیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی اترتی رہتی تھی"۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں فرشتوں اور آپ رضی اللہ عنہا کے سوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کوئی نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہی دنیا سے پردہ فرمایا۔ یہیں آپ ﷺ کا روضہ شریف بنا جو عرشِ معلیٰ سے بھی افضل ہے اور اس فضیلتِ بے بیان کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک قیامت تک فرشتوں کے جھرمٹ میں رہے گا۔ اپنی انھیں ممتاز فضیلتوں کی وجہ سے آپ کو دیگر ازواج پر فضیلت حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا درجہ فقہ وحدیث کے علوم میں دیگر ازواج مطہرات کے اندر بہت بلند ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث مروی ہیں جن میں (174) ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی جو بخاری و مسلم دونوں میں ہیں 54 احادیث صرف بخاری اور 68 احادیث صرف مسلم

---

[31] (صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا رقم الحدیث 3775، ج2 ص552)

شریف میں ہیں ان کے علاوہ باقی دیگر احادیث کی کتب میں ہیں۔ دنیائے اسلام کو اپنے علم کے انوار سے جگمگاتے ہوئے باختلافِ اقوال17 رمضان منگل کی رات 58ھ کو دنیافانی سے کوچ فرمایا۔ ابوہریرہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی حسبِ وصیت آپ کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیابوقت وفات عمر67 سال تھی۔[32]

حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون ہیں جو کہ مشہور صحابیہ میں سے ایک تھیں، ان کا تعلق قریش کی شاخ بنی عدی سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے 5 سال پہلے آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگِ بدر یا احد میں زخمی ہو کر وفات پاگئے اور یہ بیوہ ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہوئیں۔

آپ بہت ہی شاندار بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں، حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا، اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں، تلاوتِ قرآن مجید و دیگر عبادتوں میں مصروف رہتیں اور شب بیداری فرماتی تھیں (روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا حفصہ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں طلاق مت دیجئے کیونکہ یہ روزہ دار و شب بیدار ہیں اور جنت میں آپ کی اہلیہ ہیں۔[33] آپ رضی اللہ عنہا بھی فقہ و حدیث میں ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے 60 حدیثیں روایت کیں ہیں جن میں 5 بخاری شریف اور باقی دیگر کتب حدیث میں درج ہیں۔

دنیا کو اپنے علم سے فیضیاب کرتے ہوئے بالآخر شعبان المعظم 45ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے دو بھائیوں (حضرت عبداللہ وعاصم)

---

[32] (شرح زرقانی علی المواہب، المقصد الثانی، الفصل الثالث، عائشہ ام المومنین ج4 ص392)

[33] (المعجم الکبیر، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حفصہ بنت عمر۔۔۔الخ حدیث: 18827)

اور تین بھتیجوں (سالم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد اللہ، حمزہ بن عبد اللہ) نے انہیں قبر میں اتارا۔ آپ بھی دیگر ازواج کے پہلو میں جنت البقیع میں مدفون ہوئیں (بوقت وفات عمر 60 یا 63 برس تھی)۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا نام مبارک زینب، والد کا نام خزیمہ اور والدہ ہند بنت عوف ہے آپ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی اخیافی بہن ہیں۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحش سے ہوا تھا جب وہ جنگِ احد میں شہید ہوگئے تو 3ھ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان سے نکاح فرمالیا۔ زمانہ جاہلیت میں غرباء ومساکین کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے "ام المساکین "لقب ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دی تھیں اور ان کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تُرْجِي مَن تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَن تَشَاءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾[34]

ترجمہ کنزالایمان: "پیچھے ہٹادو ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔"

یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح میں آنے کے بعد دو یا تین ماہ زندہ رہیں اور ربیع الآخر 4ھ میں تیس برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ ازواج مطہرات میں سے صرف آپ کی نمازِ جنازہ خود پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

---

[34] (الاحزاب: 33 : 51)

آپ رضی اللہ عنہا کا نام "ہند" ہے اور کنیت "ام سلمہ" ہے مگر یہ اپنی کنیت سے ہی زیادہ مشہور ہیں آپ کے باپ کا نام "حذیفہ" اور بعض مورخین کے نزدیک "سہیل" ہے۔ آپ کی والدہ "عاتکہ بنت عامر" ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے رضاعی بھائی بھی تھے یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامنِ اسلام میں آگئے تھے سب سے پہلے دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ مکرمہ آگئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا غزوہ احد میں حضرت ابو سلمہ خود بھی زخمی ہو گئے، علاج معالجے کے بعد صحت یاب ہو گئے پھر دوبارہ اسی زخم کی وجہ سے علالت میں مبتلا ہو گئے کچھ عرصا اسی طرح گزار کر آٹھ (8) جمادی الاخری 4ھ میں دارِ فناء سے دارِ بقاء کی طرف کوچ فرمایا۔

4ھ شوال المکرم میں جب آپ کی عدت مکمل ہوئی تو نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام ان سے نکاح فرمالیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال کے ساتھ کمال کے ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں، ازواجِ مطہرات میں آپ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبوب ترین ازواج میں سے تھیں۔ مروی ہے کہ ایک بار حضرت عمرو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے عرض کی: خالہ جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسی زوجہ زیادہ محبوب تھیں۔ فرمایا میں اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی، ہاں زینب بنت جحش اور ام سلمہ کو آپ کی بارگاہ میں خاص مقام حاصل تھا اور میرا خیال ہے کہ میرے بعد یہ دونوں آپ کو زیادہ محبوب تھیں۔[35]

فقہ و حدیث میں آپ رضی اللہ عنہا کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی، تین سو اٹھتر (378) احادیث مبارکہ انھوں نے روایت کیں ہیں بہت سے صحابہ و تابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج میں سے سب سے آخر میں آپ نے انتقال فرمایا جبکہ آپ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا زمانہ پایا۔

آپ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ شارح بخاری حضرت علامہ احمد بن محمد قسطلانی فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے 59ھ میں انتقال فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ 62 ہجری میں فرمایا جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ الو میرہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا اور بوقتِ وفات آپ کی عمر 84 برس تھی۔

---

[35] (الطبقات الکبری، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 4132، زینب بنت جحش 8/91)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام "بَرّہ" تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔ آپ کے والد کا نام جحش اور والدہ کا نام اُمیمہ ہے جو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی پھوپھی ہیں آپ کی کنیت "اُمِ حکم" ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "اَوَّاھَہ" کے لقب سے نوازا۔ اواہہ سے مراد خشوع کرنے والی اور خدا کے حضور گڑگڑانے والی۔

ان کا پہلا نکاح حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کروادیا تھا لیکن یہ شادی نبھائی نہ جاسکی بالآخر حضرت زید بن حارثہ نے آپ کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر صدمہ ہوا چنانچہ جب ان کی عدت گزر گئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انھیں نکاح کا پیغام بھیجا اور منجانبِ اللہ رضائے الٰہی آپ رضی اللہ عنہا کو شرفِ زوجیت سے نوازا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کا نکاح خود رب تعالیٰ نے فرمایا اور خود جبرائیل علیہ السلام اس نکاح کے گواہ ہیں۔ رب تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ﴾[36]

ترجمہ (کنز الایمان): "پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔"

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے نکاح پر جتنی بڑی دعوتِ ولیمہ فرمائی اتنی بڑی دعوتِ ولیمہ دیگر ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے نکاح پر نہیں فرمائی کہ آپ نے صحابہ کرام کو نان اور گوشت کھلایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ پاک نے بہت سے اوصاف سے نوازا تھا جن میں دینداری، سخاوت اور بے مثال سخاوت نمایاں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مقام و مرتبے کے اعتبار سے یہ میرے برابر تھیں

---

[36](الاحزاب:37:33)

اور آپ کا حسنِ اخلاق اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر دین دار، اللہ عزوجل سے ڈرنے والی، حق بات کہنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ وخیرات کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی۔ [37]

انہوں نے (11) گیارہ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے جو بخاری و مسلم دونوں میں مذکور ہیں باقی نو دیگر کتب میں لکھی ہوئی ہیں۔20 یا 21ھ میں 53 برس کی عمر پاک میں مدینہ منورہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا:

مشہور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کا نام "رملہ" ہے کنیت "امِ حبیبہ" ہے آپ نام کی بجائے کنیت سے ہی زیادہ معروف تھیں والدِ محترم کا نام "صخر" ہے یہ بھی اپنی کنیت "ابوسفیان" سے زیادہ مشہور ہیں والدہ کا نام "صفیہ" ہے جو کہ حضرت امیر المؤمنین عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر پر ایسی بدنصیبی سوار ہوئی کہ وہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور شراب پی پی کر مر گیا۔ لیکن خود ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی حالت معلوم ہوئی تو قلبِ مبارک پر بے حد صدمہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لیے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ تو نجاشی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر جو اس وقت حبشہ میں تھے خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اور چار سو دینار مہر اپنے پاس سے ادا کیا۔ پھر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیا یوں آپ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المؤمنین کا لقب پایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت کی مالک تھیں اور قوی الایمان تھیں (آپ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھے اور صلح

---

[37] (تخریج مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضائل عائشہ، حدیث 2442، ص950)

حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ آئے تو بے تکلف ان کے مکان میں جاکر بستر نبوی ﷺ پر بیٹھ گئے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھ کر فوراً اٹھ گئیں اور یہ کہہ کر باپ کو بستر سے اٹھادیا کہ یہ بستر نبویؐ ہے میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس پاک بستر پر بیٹھے۔[38] گویا کہ یہ واقعہ اس آیتِ مبارکہ کا مصداق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾[39]

ترجمہ کنزالایمان: "تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے 65 حدیثیں روایت کی گئی ہیں جن میں 2 حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں ایک تنہا مسلم میں اور باقی دیگر احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔

44 ہجری میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی جنت البقیع میں دیگر ازواجِ مطہرات کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام "برّہ" تھا رسول اللہ ﷺ نے تبدیل فرما کر "جویریہ" رکھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی مصطلق سے تھا جو خزاعہ کی ایک شاخ ہے والدہ کا نام حارث ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ نکاح سے پہلے آپ مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں مسافع غزوہ مریسیع میں حالت کفر میں مرا۔ 5 ہجری کو جب نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام ان سے نکاح فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 20 سال تھی آپ نہایت خوبصورت تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت جویریہ نہایت شیریں اور ملیح حسن والی عورت تھیں جو بھی انہیں دیکھتا گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہتا۔[40]

---

[38] (الطبقات الکبریٰ، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، 4131۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان 8/79)
[39] (الفتح:48: 9)
[40] (صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب ذکر اباحۃ للامام... الخ حدیث 4054، ص 1101)

آپ بیحد عبادت گزار عورت تھیں نماز فجر سے چاشت تک ہمیشہ ورد و وظائف میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ آپ سے سات احادیث مبارکہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے دو بخاری شریف میں دو مسلم شریف میں اور تین دیگر کتب میں ہیں۔ 50 ہجری میں 65 برس کی عمر پا کر انھوں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی حاکم مدینہ مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زینب تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام "صفیہ" رکھ دیا۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار اعظم حی بن اخطب کی بیٹی ہیں ان کی والدہ کا نام ضرہ بنت سموئل ہے یہ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنو نضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہو گیا۔ سات ہجری میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس وقت آپ کی عمر 17 سال تھی اس اعتبار سے آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے تقریباً دو سال بعد بنتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر خصوصی توجہ فرماتے انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا بھی اعلیٰ اوصاف کی مالک تھیں تاریخ ابن کثیر میں آپ کے حوالے سے ہے کہ "حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا عبادت، تقویٰ، زہد، نیکی اور صدقے کے اعتبار سے ان عورتوں میں سے تھیں جو تمام عورتوں کی سردار ہیں۔[41]

انھوں نے بھی دس حدیثیں روایت کیں نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ جن میں ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے باقی نو دیگر کتابوں میں ہیں۔ آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ 50 ہجری میں ان کی وفات ہوئی حضرت امیر معاویہ کا دورِ حکومت تھا بوقتِ وفات آپ کی عمر 60 سال تھی۔ مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

---

[41] (البداية والنهاية، السنة الخمسين للهجرة، صفة بنت حي، المجلد الرابع 8/435)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس کو جب ان کے انتقال کی خبر ملی تو آپ وفات کی خبر سن کر اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے بڑی نشانی قرار دیا اور بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوگئے۔[42]

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے "برہ" تھا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبدیل فرماکر "میمونہ" رکھا والد کا نام حارث ہے اور والدہ ہند بنت عوف ہیں۔ سب سے پہلے آپ کا نکاح مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوا لیکن کسی وجہ سے علیحدگی ہوگئی، پھر ابورھم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں کچھ عرصہ بعد جب اس کا انتقال ہوگیا تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات ہجری عمرۃ القضاء کے موقع پر ان سے نکاح فرمایا۔ اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔[43]

آپ رضی اللہ عنہا کا سب سے نمایاں وصف صلہ رحمی اور پاسداری ہے آپ ان چار بہنوں میں سے ہیں جن کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الاخوات المومنات کے دلنشین خطاب سے نوازا تھا۔[44]

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں آپ کے بعد نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کل 76 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے 7 بخاری و مسلم میں ایک صرف بخاری اور ایک صرف مسلم میں اور باقی دیگر احادیث کی کتب میں ہیں۔ صحیح قول کے مطابق 51 ہجری میں بمقام "سرف" وفات پائی جہاں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے زفاف فرمایا تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

((هَذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوهَا وَلَا تُزَلْزِلُوهَا وَارْفُقُوا))[45]

---

[42] (فیضان امہات المؤمنین، ص:314)

[43] (صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب تزویج المحرم حدیث: 1837 ص490)

[44] (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم باب المیم 3904- سلمی بنت عمیس الخثعمیہ، حدیث 7676)

[45] (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء حدیث: 5067)

"یہ سرکار ﷺ کی زوجہ ہیں، جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ زور سے ہلاؤ نہ جھٹکا دو، ان پر بہت نرمی رکھو۔" عظیم صحابی رسول ﷺ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اترے۔

تذکرہ اولادِ کرام

اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اولادِ کرام کی تعداد چھے ہے جن میں دو فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہ اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ لیکن بعض مورخین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے ایک صاحبزادے عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے کہ آپ کی اولادِ پاک کی تعداد سات ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں جن کا تذکرہ طوالت سے خالی نہیں۔[46]

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ان مقدس اولاد میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ان کے علاوہ آپ کی تمام اولادِ پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئیں۔[47]

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

یہ سب سے بڑے فرزند ہیں جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ مبارک میں اعلانِ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کی کنیت ابو القاسم آپ ہی کے نام مبارک سے ہے۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ یہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔

---

[46](سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص 687)

[47](المواہب اللدنیہ وشرح الزرقانی، باب ذکر اولادہ الکرام، ج 4، ص 313،314)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

ان ہی کا لقب طیب وطاہر ہے، اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اولادِ مبارک میں سب سے آخری فرزند ہیں ذوالحجہ 8 ہجری میں مدینہ منورہ کے قریب "عالیہ" کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس لیے اس مقام کا دوسرا نام "مشربہ ابراہیم" بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر جب آپ ﷺ کو ان کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ نے دی تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے انعام کے طور پر ان کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو "یا ابا ابراہیم" کہہ کر پکارا، حضور ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے۔ ساتویں دن عقیقہ کیا، دو مینڈھے ذبح فرمائے اور سر کے بال کاٹ کر ان کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور بالوں کو دفن کرا دیا اور "ابراہیم" نام رکھا پھر دودھ پلانے کے لیے حضرت اُم سیف رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمایا۔ ان کے شوہر ابو سیف لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو سیف رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے تو وہ وقت تھا جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جاں کنی کے عالم میں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمت عالم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا شفقت کا رونا ہے اس کے بعد پھر چشمِ مبارک سے آنسو بہے تو ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ:

((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ)) [48]

---

[48] (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون، حدیث 1303، جلد 1، ص 441)

"آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔"

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں کی اور دنیا سے چلا گیا۔ اس لیے اللہ پاک نے بہشت میں اس کے لیے ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرما دیا ہے جو مدتِ رضاعت بھر اس کو دودھ پلاتی رہے گی۔

روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔ بوقتِ وفات ان کی عمر شریف 17 یا 18 ماہ تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

یہ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں اعلانِ نبوت سے دس سال قبل جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی عمر مبارک تیس سال تھی مکہ مکرمہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں اور جنگِ بدر کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بلا لیا تھا۔ اور یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

اعلانِ نبوت سے قبل ہی ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے ہو گئی تھی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر ان کا نکاح ابو العاص کے ساتھ فرما دیا تھا۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے دوران راستے میں ایک دردناک مصیبت پیش آئی کہ ایک بدنصیب ظالم "ہبار بن الاسود" نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمے سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے فضائل میں یہ فرمایا کہ "میری بیٹیوں میں سے اس اعتبار سے زینب سب سے زیادہ فضیلت والی ہیں کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی"۔ ان کے شوہر ابو العاص محرم 7 ہجری میں مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا تھا جس کا نام "علی" اور ایک لڑکی حضرت "امامہ" تھیں۔ آپ کی وفات 8

ہجری میں ہوئی حضرت ام ایمن، ام سلمہ اور سودہ بنت زمعہ نے ان کو غسل دیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے کفن کے لیے اپنا تہبند شریف عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو دفن فرمایا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

یہ اعلانِ نبوت سے سات برس پہلے جب کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی عمر شریف کا 33 واں سال تھا پیدا ہوئیں اور ابتدائے اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ پہلے ان کا نکاح ابو لہب کے بیٹے "عتبہ" سے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ "سورہ تبت یدا" نازل ہو گئی۔ ابو لہب قرآن میں اپنی دائمی رسوائی کا بیان سن کر آگ بگولا ہو گیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ کو طلاق دے دے۔ چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مکہ واپس آکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اس طرح یہ دونوں میاں بیوی "صاحب الہجرتین" کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ جنگ بدر کے دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگِ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور حکم دیا کہ وہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کریں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس دن جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتحِ مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 20 سال کی عمر پاکر وفات پا گئی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگِ بدر کے سبب ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ مبارک سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک فرزند بھی پیدا ہوا جس کا نام "عبد اللہ" تھا یہ اپنی ماں کے بعد 4 ہجری میں چھ برس کی عمر پاکر انتقال کر گئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہ بھی نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی تھیں پہلے ابو لہب کے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں لیکن ابو لہب کے مجبور کر دینے سے ابو لہب کے عتیبہ نے ان کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی اور اس ظالم نے بارگاہِ نبوت میں انتہائی گستاخی بھی کی یہاں

تک کہ حضور رحمتہ للعالمین پر جھپٹ پڑا اور آپ کے مقدس پیراہن کو پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ کے قلبِ نازک پر انتہائی رنج وصدمہ گزرا اور جوشِ غم میں آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ "یااللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے"۔

خدا کی شان دیکھیے کہ ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں شہزادیوں کو اپنے باپ کے مجبور کرنے پر طلاق دے دی مگر عتبہ نے چونکہ بارگاہِ نبوت میں کوئی گستاخی نہیں کی تھی تو وہ قہرِ الٰہی میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ فتح مکہ کے دن اس نے اور اس کے بھائی "معتب" نے اسلام قبول کر لیا اور دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو گئے اور "عتیبہ" نے اپنی خباثت سے بارگاہِ اقدس میں گستاخی کی تھی اس لیے وہ قہرِ قہار وغضبِ جبار میں گرفتار ہو کر کفر کی حالت میں ایک خونخوار شیر کا شکار بن گیا (والعیاذ باللہ منہ)۔

حضرت بی بی رقیہ کی وفات کے بعد ربیع الاول 3 ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بی بی ام کلثوم کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا مگر ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ شعبان 9 ہجری میں حضرت ام کلثوم نے وفات پائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا:

یہ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں۔ آپ کا نام فاطمہ ہے، فاطمہ کے معنی ہیں چھڑانے والی۔ اللہ پاک اس نام کے صدقے لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرمائے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: بے شک اس کا نام "فاطمہ" رکھا گیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے آزاد فرمائے گا۔[49]

اور لقب زہرا اور بتول ہے۔ زہرا کے معنی کلی۔ آپ کے جسم مبارک سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سونگھا کرتے تھے۔ روایت میں ہے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب بھی میں جنت کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں تو فاطمہ

---

[49] (کنز العمال، کتاب الفضائل، فصل الثانی فی فضائل اہل البیت، الخ: الجزء: 12، 6 / 50، حدیث 34222)

کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔[50] اور بتول کہتے ہیں پاکیزہ، پاکدامن۔ آپ کو یہ لقب اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ نسوانی عوارض یعنی حیض و نفاس سے پاک تھیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "بے شک میری صاحبزادی بتول زہرا انسانی شکل میں حوروں کی طرح حیض و نفاس سے پاک ہے۔"[51]

آپ کی پیدائش کے سال میں علماء کا اختلاف ہے، ابو نعیم کا قول ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے سال جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف اکتالیس (41) برس کی تھی یہ پیدا ہوئیں اور بعض نے لکھا ہے کہ پانچویں سال قبل از اعلانِ نبوت آپ کی پیدائش ہوئی اور علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے 2 ہجری میں ہوا اور ان کے شکم اطہر سے تین شہزادے حضرت حسن، حسین اور محسن اور تین صاحبزادیاں زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پاچکی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قلب مبارک دکھ سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ وصالِ اقدس کے بعد کبھی آپ ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ وصالِ نبوی کے 6 ماہ بعد 3 رمضان 11 ہجری منگل کی رات آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور صحیح و مختار قول کے مطابق آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔[52]

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود

ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے صحف غنچہائے قدس

اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام[53]

---

[50](معجم الکبیر، وصیۃ فاطمہ جلد 22، ص 400، حدیث 1000)

[51](کنز العمال، کتاب الفضائل، الفصل الثانی فی فضائل اهل البیت۔۔۔ الخ، الجزء:12، 50/6 حدیث 34221)

[52](مدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، جلد 2، صفحہ 461)

[53](حدائقِ بخشش)

تذکرہ احفادِ رسول ﷺ

❖ **احفاد:** نواسے و نواسیاں۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس سراپا رحمت و شفقت ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف اپنی امت پر بے پایان شفقت فرمائی بلکہ اپنے اہلِ بیت اپنی اولاد و احفاد کے ساتھ بھی بے مثال محبت و الفت کا مظاہرہ فرمایا۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کے ذریعہ نسلِ نبوت کا سلسلہ قائم رہا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسوں اور نواسیوں کی تعداد 9 (نو) ہے، 5 (پانچ) نواسے اور 4 (چار) نواسیاں۔

- **نواسوں میں:** حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔
- اور **نواسیاں:** حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہن ہیں۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آپ بارہ اماموں میں سے دوسرے امام ہیں۔ آپ کا نام حسن، کنیت ابو محمد، لقب تقی و سید، عرف سبطِ رسول اللہ ﷺ اور سبطِ اکبر ہے۔ آپ کو رَیحانۃ الرسول اور آخر الخلفاء بالنص بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارک 15 رمضان مبارک 3 ہجری کی شبِ مدینہ پاک میں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور بال جدا کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے۔ آپ خاص اہلِ کسا ہیں۔[54]

بخاری شریف کی روایت ہے:

---

[54] (تاریخ الخلفاء، باب حسن بن ابی طالب، ص149) (سوانح کربلا، صفحہ 92 مدینۃ العلم، 15 دسمبر 2008ء)

((لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ)) [55]

"قبلہ حسن، جمالِ سید عالم ﷺ سے کسی کو وہ مشابہت صوری حاصل نہ تھی جو امام حسن کو تھی۔ آپ سے پہلے کسی کا نام حسن نہ رکھا گیا یہ جنتی نام پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے"۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت کثیر ہیں۔ آپ علم وو قار، حشمت و جاہ، جود و کرم، زہد و طاعت میں بہت بلند پایہ ہیں۔ آپ ایک ایک آدمی کو ایک ایک لاکھ کا عطیہ مرحمت فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پاپیادہ (پیدل) کیے۔ آپ کا کلام بہت شیریں تھا، اہلِ مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔ [56]

آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ حلیم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً 100 نکاح کیے اور طلاقیں دیں حضرت علی بار بار یہ اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی عادت کثرتِ طلاق ہے دیکھنا بس کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے مگر مسلمان بیٹیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے کہ شہزادے کے کفو ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔

حضرت مولا علی کی شہادت کے بعد آپ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اہلِ کوفہ نے آپ کے دستِ حق پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند روز قیام فرمایا اس کے بعد امرِ خلافت حضرت امیر معاویہ کو تفویض کرنا کچھ مقررہ شرائط پر منظور فرمایا یہ واقعہ ربیع الاول 41 ہجری کا ہے۔ [57]

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کب ہوئی اس میں اختلاف ہے 50 یا 51 ہجری۔ بہر حال مدینہ پاک میں واصلِ بحق ہوئے جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ سعید بن العاص جو اس وقت امیر مدینہ تھے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی اور فرمایا اگر یہ سنت (یعنی حاکم ہی جنازہ پڑھاتا ہے) نہ ہوتی تو میں تجھے کبھی آگے نہ بڑھنے دیتا۔

بوقتِ شہادت آپ کی عمر مبارک 46 برس تھی اور شہادت زہر کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ [58]

---

[55] (صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث 3752، ج2، ص547)

[56] (المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، باب حج الحسن، الخ حدیث 4841)

[57] (سوانح کربلا مدینۃ العلمیہ ص96)

[58] (عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ، ص180، مکتبہ برہان القرآن لاہور، طبع اول 1435ھ، دوم 2017ء)

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت 5 شعبان المعظم 4 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے (آپ کا نام) مبارک حسین اور شبیر رکھا۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ریحانہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا بیٹا فرما کر پکارا[59]۔

آپ کی مدتِ حمل چھ ماہ تھی۔ روایات میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین کی ولادت کے بعد اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: "مجھے میرا بیٹا دکھاؤ"۔ حضرت امام کو لاکر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی گود میں رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ کھول کر اس میں اپنی زبان مبارک ڈالی اور اپنا لعاب دہن حضور ﷺ نے امام حسین کے منہ میں ڈالا۔ بعد ولادت کان میں اذان بھی دی، اقامت بھی فرمائی اور سر کے بال اتروائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ حسین کی حجامت کرواؤ اور بالوں کا وزن کر کے اتنی چاندی خیرات کر دو۔[60]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے ساتھ شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے جبرائیل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین زمینِ طف میں قتل (شہید) کیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس یہ مٹی لائے۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی خاک ہے۔ طف کوفہ میں ایک مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔"[61]

اللہ اکبر! اہلِ بیت رسول کا صبر و حوصلہ اور عزم و استقامت دیکھیے کہ سب جانتے ہیں کہ ان کا نورِ نظر لختِ جگر شہید کیا جائے گا مگر کہیں حدیث یا روایت میں ایسا مروی نہیں کہ سیدہ فاطمہ نے دعا کی ہو کہ "اے اللہ میرے بیٹے کو قتل ہونے سے بچالے یا

---

[59] (اسد الغابہ، باب الواو والحسین، 1173) (سوانح کربلا، ص 103)

[60] (مستدرک جلد 3 ص 197)

[61] (المعجم الکبیر للطبرانی، الحسین بن علی۔۔۔ الخ، حدیث 2814، ج 3، ص 107)

مولا علی نے ایسی دعا کی ہو"۔ حالانکہ وہ دعا کرتے تو ضرور قبول ہوتی اور تقدیر بدل جاتی مگر وہ لوگ عزم وہمت کا بلند ترین پہاڑ تھے۔[62]

آخر رجب 60 ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے اور یزید تختِ حکومت پر بیٹھا۔ تمام لوگوں سے یزید کے حق میں بیعت کی گئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان پانچ لوگوں میں تھے جنہوں نے بیعت سے انکار فرمادیا۔ کیونکہ یزید ایک فاسق وفاجر وبد کردار شخص تھا جو برائیاں چھپ کر کرتا تھا اب والد کی وفات کے بعد سرعام کرنے لگا کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہیں تھا۔ محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منشیات کو علانیہ رواج دیا مکہ ومدینہ کی بے حرمتی کرائی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیتے تو وہ آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا لیکن اس سے اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور یزید کی بربادیوں پر امام کی بیعت سند ہوتی لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا یزیدیوں میں آتش عناد بھڑکانے کا سبب بنا تو بضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ سے مکہ منتقل ہونا پڑا اور یہ 60 ہجری کا واقعہ ہے۔ کوفی امام حسین کو حضرت امیر معاویہ کے دور میں ہی بلارہے تھے مگر امام نے صاف انکار فرما دیا تھا لیکن جب یزید تخت پر بیٹھا تو کوفیوں نے اس کی بیعت سے انکار اور دستکشی کرنا اور امام سے طالب بیعت ہونا امام پر لازم کر دیا تھا۔ کہ درخواست قبول فرمائیں۔ حضرت امام حسین نے پہلے حضرت مسلم بن عقیل کو روانہ کیا اور خود 3 ذی الحجہ 60 ہجری کو کوفہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن بالآخر کوفیوں کا مسلم بن عقیل اور ان کے شہزادوں کو بے دردی سے شہید کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ کتنے سنگ دل، پیمان شکن اور بے حیا ہیں۔

بالآخر 10 محرم الحرام 61 ہجری (جمعہ کا دن) کو میدانِ کربلا میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے خاندان اور وفادار سمیت بھوک وپیاس کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ بوقتِ شہادت عمر 56 سال 5 ماہ 5 دن تھی۔

امت کو یوں بچالیا شہ بے مثال نے
سجدے میں سر کٹا دیا زہرہ کے لعل نے

اہلِ بیتِ کرام پر ظلم وستم کرنے والوں کا اپنا انجام بھی بالآخر نہایت شدید ہوا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے طرح طرح کے عذابوں کے ذریعے ان کو ہلاک کیا گیا۔ خولی بن یزید جس نے امام حسین کا سرِ انور

[62](عظمتِ اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص 193)

تن سے جدا کیا تھا اسے بھی گرفتار کر کے لایا گیا اس کی لاش کو کنویں میں ڈلوایا گیا پھر آگ میں جھونک دیا گیا اور یزید بد بخت کو صرف تین سال چھ ماہ اقتدار ملا جو 39 سال کی عمر میں ہلاک ہوا۔

پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی [63]

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے

جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت [64]

حضرت محسن رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ صحابی رسول ﷺ، نواسہ رسول ﷺ اور باغِ نبوت کے مہکتے پھول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے اپنے تین بیٹوں کا نام "حرب" رکھا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر بالترتیب حسن، حسین اور محسن رکھا اور فرمایا میں نے ان کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں شَبّر، شُبَیر اور مُشَبِّر کے ناموں پر رکھے ہیں۔ [65] یہ بچپن میں وفات پا گئے تھے۔

حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ:

---

[63](سوانح کربلا صفحہ 181)

[64](ذوقِ نعت)

[65](المستدرک علی الصحیحین، رقم:4773)

آپ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی علی تھا، آپ رضی اللہ عنہ ابو العاص لقیط بن ربیع اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی شہزادی زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں اور حضرت امامہ کے بھائی ہیں۔(ان کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کی حیات میں ہی بلوغت کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے لیکن ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ جنگ یرموک میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔)[66]

حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور شہزادی رسول ﷺ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں۔ آپ کا نام مبارک عبد اللہ تھا، یہ اپنی والدہ کے بعد 4 ہجری میں چھ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔[67]

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شہزادی ہیں اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری نواسی ہیں۔ آپ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری میں ہی پیدا ہوئیں، بڑی عقلمند، دانا اور فراخ دل تھیں۔[68] زینب کبریٰ آپ ہی کو کہا جاتا ہے۔

آپ کے والد نے اپنے بھتیجے حضرت عبد اللہ بن جعفر سے آپ کا نکاح کیا۔ ان سے آپ کے ہاں چار بیٹوں حضرت علی، حضرت عون اکبر، حضرت عباس، حضرت محمد اور ایک بیٹی ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔[69]

آپ کا انتقالِ ملال 15 رجب 62 ہجری میں ہوا۔ اور دمشق میں تدفین کی گئی۔

---

[66] (المواہب اللدنیہ وشرح الزرقانی، باب فی ذکر اولاد الکرام، ج4، ص318 / 321)

[67] (المواہب اللدنیہ وشرح زرقانی، باب فی ذکر اولاد الکرام، ج4، ص322، 324ص695)

[68] (اسد الغابہ، ج7، ص 146)

[69] (اسد الغابہ جلد7ص146)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا بھی حضرت فاطمہ کی شہزادی ہیں نواسی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ بھی بچپن میں ہی وفات پا گئیں۔

حضرت ام کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ وصو علی رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر ہیں۔ آپ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں ہی پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے شکم سے آپ رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند زید اور ایک بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی۔

حضرت اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا:

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نواسیِ رسول اللہ ﷺ ہیں اور حضرت زینب بنت محمد ﷺ اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی شہزادی ہیں۔ آپ کی ولادت بھی نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ میں ہوئی۔ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام ان سے بہت محبت وصلہ کرتے ان کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر مسجدِ نبوی میں تشریف لے جاتے تھے۔(روایت ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہِ نجاشی نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا آپ نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔[70] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

کس زبان سے ہو بیاں عز و شانِ اہلِ بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

---

[70] (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص:695)

فصل دوم:

محبتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا معیار

کامل مسلمان ہونا اور محبتِ رسول ﷺ کا ہونا لازم وملزوم ہے قدرتی طور پر انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو محبوب رکھتا ہے چنانچہ پیارے آقا کریم ﷺ سے محبت رکھنے والا بھی آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو جان ودل سے محبوب رکھے گا جس میں اہل بیتِ اطہار وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہیں ہمارے پیارے آقا ﷺ سے خاندانی نسبت بھی حاصل ہے حضور ﷺ اور اہل بیتِ اطہار کی محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ: "کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ میں اس کو اس کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ پیاری نہ ہو۔"[71] یعنی آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز (خواہ لباس ہو یا جگہ یا آپ کی آل واولاد ہو ان سب) کا ادب واحترام اور دل کی گہرائیوں سے ان کی تعظیم وتوقیر کرنا عشق ومحبت کا تقاضا ہے۔ اور حضور ﷺ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز عظیم ہو جاتی ہے مثلاً نسبتِ نکاح سے امہات المؤمنین اور ازواج مطہرات، نسبتِ صحبت سے صحابیت اور نسبتِ اولاد سے سیادت کا شرف میسر آتا ہے۔

محبتِ اہل بیت کی شرعی حیثیت:

❋ محبتِ اہل بیت کی ترغیب عند القرآن:

اللہ پاک قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُل لَّآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ﴾[72]

ترجمہ کنز الایمان: "تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت"۔

معنی یہ ہیں کہ میں رسالت کا تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں انہیں ایذا نہ دو[73] کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے اور کفارِ مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے۔[74]

---

[71](شعب الایمان، ج2ص189)

[72](الشوریٰ: 23:42)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "الّا المودّۃ فی القربیٰ" کی تفسیر میں کہ مگر رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کی محبت۔ [75]

انہی کا قول مبارک ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی آلِ پاک ہے۔ [76]

امام احمد، طبرانی اور حاکم روایت کرتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے قریبی رشتہ دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا: علی، مرتضیٰ، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ [77]

- لہٰذا حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔ [78]

احادیث مبارکہ سے محبتِ اہل بیت کا ثبوت:

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتوں کی تعلیم دو۔

1. اپنے نبی کی محبت
2. نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی محبت
3. قرآن پاک کی تلاوت [79]

---

[73] (عظمت اہلبیت رسول ﷺ ص57)

[74] (تفسیر صراط الجنان ص23)

[75] (عقائد ومسائل مکتبہ قادریہ لاہور ص82، سن طباعت 2001)

[76] (عظمتِ اہل بیت رسول ص57) (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ (الا المودۃ فی القربیٰ) 4818)

[77] (عقائد ومسائل ص82)

[78] (جمل وخازن وغیرہ بحوالہ تفسیر خزائن العرفان ص299)

[79] (جامع صغیر ص25، حدیث 311) (عقائد ومسائل 83)

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اہل بیت کے متعلق ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت داخل ہو سکتا ہے جب اللہ پاک کے لیے اور ہماری رشتہ داری کی بناء پر ان سے محبت رکھے۔[80] معلوم ہوا کہ اہل بیت کرام کی محبت جانِ ایمان، ایمان کا حصہ ہے۔

آلِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک دن کی محبت کا فائدہ:

حدیث پاک میں ہے کہ آلِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[81]

صحابہ کرام کا اہل بیت سے محبت کا انداز:

صحابہ کرام علیہم الرضوان خود بھی بڑی شان و عظمت کے مالک تھے اور عظمت و شان کے حامل اہل بیت اطہار سے بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ انہیں اپنی آل سے زیادہ محبوب رکھتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کی بارگاہوں میں اعلیٰ لباس پیش کرتے، ہمیشہ نیاز مندانہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے، ان کی تعریف و توصیف کرتے اور جاننے والوں سے ان کی شان و عظمت کا بیان سنتے۔

- **حضرت صدیق اکبر کی اہل بیت سے محبت:**

ایک بار آپ کے سامنے اہل بیت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِی)) [82]

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مجھ کو اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

---

[80] (عقائد و مسائل 82)

[81] (الصواعق المحرقہ ص 598) (الشرف المؤبد لآل محمد ص 92)

[82] (بخاری، ج 2، ص 438، حدیث 3712)

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں تشریف لائے تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بطورِ احترام آپ کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔[83]

❖ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہلِ بیت سے محبت:

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا محبوب نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! آپ کے والدِ گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے بڑھ کر عزیز و پیارا نہیں۔[84]

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام کے بیٹوں کو کپڑے عطا فرمائے مگر ان میں کوئی ایسا لباس نہ تھا جو امام حسن و حسین کی شان کے لائق ہو تو آپ نے ان کے لیے یمن سے خصوصی لباس منگوا کر پہنائے، پھر فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا ہے۔[85]

❖ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلِ بیت سے محبت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کے چند نقوش بھی آلِ ابو سفیان (یعنی ہم لوگوں) سے بہتر ہیں۔[86]

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ اور اہلِ بیت کے زبردست فضائل بیان فرمائے۔[87]

آپ نے ایک بار حضرت ضرار بن ضمرہ سے تقاضا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل سنے اور روتے ہوئے دعا کی: اللہ پاک ابو الحسن پر رحم فرمائے۔[88]

---

[83](معجم الکبیر، ج10، ص285، حدیث 10675)

[84](مستدرک، ج4، ص139، حدیث 4789)

[85](ریاض النضرۃ، ج1، ص341)

[86](الناہیہ، ص59)

[87](تاریخ ابن عساکر، ج42، ص415)

[88](الاستیعاب، ج3، ص209)

آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ آباؤ اجداد، چچا و پھوپھی اور ماموں خالہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔[89]

ایک بار امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی علمی مجلس میں تشریف لائے اور اس میں شرکت کی ترغیب دلائی۔[90]

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود

ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام[91]

❖ **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:**

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو فرطِ محبت میں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔[92]

ابو مہزم علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی صاف کر رہے تھے۔[93]

❖ **حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:**

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے اتنے میں آپ کی نظر امام حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا: اس وقت آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں سب سے زیادہ محبوب شخص یہی ہیں۔[94]

قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہل بیت

❖ **حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت:**

---

[89] (العقد الفرید، ج5، ص344)

[90] (تاریخ ابن عساکر، ج14، ص179)

[91] (حدائقِ بخشش ص314)

[92] (مسند امام احمد، ج:2، ص:632)

[93] (سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:407)

[94] (تاریخ ابن عساکر، ج:14، ص:179)

آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کونسا شخص سب سے زیادہ محبوب تھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ پوچھا گیا مردوں میں کون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھا؟ صاحبہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ !میں جانتی ہوں کہ وہ کثرت سے روزہ رکھنے والے اور کثرت سے شب بیداری کرنے والے تھے۔[95]

آئمہ اہل سنت کی اہل بیت سے والہانہ محبت:

❖ امام اعظمؒ اور حبِ آلِ رسولِ رحمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

امام اعظم علیہ الرحمہ نے جو دین میں فقید المثال فضیلت حاصل کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا کا ہی اثر ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے والد کو یہ دعا دی تھی کہ اللہ اسے اور اس کی اولاد کو برکت عطا فرمائے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ نے کوفہ میں امام جعفر رضی اللہ عنہ سے ظاہری و باطنی علوم سے استفادہ کیا۔ آپ سادات کرام اور آئمہ اہل بیت کا بے پناہ احترام فرماتے تھے۔ آپ نے دو سال امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں گزارے۔ آپ فرماتے تھے: "اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا"۔ (نعمان آپ کا نام ہے)[96]

❖ امام شافعی علیہ الرحمہ کی آلِ رسول ﷺ سے محبت:

آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا اے شافعی تم رافضی ہو گئے ہو میں نے کہا ہرگز نہیں۔

رافضیت نہ میرا دین ہے نہ اعتقاد مگر اگر آلِ محمد ﷺ سے محبت کا نام رافضیت ہے تو تمام جن و انس گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔[97]

❖ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی عقیدت و محبت:

---

[95] (ترمذی شریف جلد 2 ص 227) (عظمتِ اہل بیت ص 86)

[96] (الامام الصادق ص 223 مطبوعہ بیروت) (عظمت اہل بیت ص 104)

[97] (الصواعق المحرقہ صفحہ 33 مطبوعہ قاہرہ)

آپ علیہ الرحمہ نے یہ اشعار لکھے: اے خدا تجھے اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اے خدا! آپ تو میری دعا قبول فرمائیے یا نہ، بہر حال میرے ہاتھ میں آلِ رسول ﷺ کا دامن ہے۔[98]

اہل بیت کرام سے محبت کا ثمرہ:

اہل بیت کی امر اللہ محبت دنیا و آخرت میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ تفسیر قرطبی میں یہ حدیث پاک نقل کی گئی ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص آلِ محمد ﷺ کی محبت میں مرا وہ شہید ہے اور جو آلِ محمد ﷺ کی محبت میں مرا اللہ پاک فرشتوں کو اس کی قبر کا زائر بنا دیتا ہے اور جو شخص آلِ محمد کے بغض میں بروزِ قیامت اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ رب کی رحمت سے محروم ہے اور جو شخص بغضِ آلِ محمد ﷺ میں مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جو میرے اہلِ بیت کے بغض میں مرا اس کے لیے میری شفاعت میں کوئی حصہ نہیں۔[99]

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: آلِ محمد ﷺ کی پہچان آگ سے نجات، آلِ محمد ﷺ کی محبت پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ ہے اور آلِ محمد ﷺ کی دوستی عذاب سے امان کا پروانہ ہے۔[100]

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت[101]

ذریعہ حصولِ شفاعت:

پیارے آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن چار طرح کے بندوں کی شفاعت فرماؤں گا۔

1. میری آل کی عزت و تعظیم کرنے والا

---

[98](بوستانِ سعدی مقدمہ صفحہ 3)

[99](تفسیر قرطبی الجامع الاحکام القران جزء16 ص23)

[100](شفاء شریف بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ للقاضی عیاض 2/37 فصل من توفیرہ وغیرہ فی آلہ)

[101](ذوقِ نعت)

2. میری آل کی ضروریات پوری کرنے والا
3. میری آل کی پریشانی میں ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرنے والا
4. اپنے دل وزبان سے میری آل سے محبت رکھنے والا[102]

حقوق اہل بیت اطہار علیہم الرضوان:

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان وہ پاکیزہ خانوارہ ہے جس سے اللہ عزوجل نے قرآنِ پاک میں خاص فکرِ ہم وتطہیر سے نوازااور احادیثِ مبارکہ میں جن کی محبت کو غیر مشروط طور پر اپنی امت پر لازم قرار دیا۔ اسلام کی تاریخ میں اہل بیت نبوی ﷺ کا مقام، ان کی اخلاقی وروحانی عظمت امت کی رہنمائی میں ان کا کردار اور دین کی اشاعت میں ان کی خدمات مسلم ومستند حقیقتیں ہیں۔ انہی فضائل کی روشنی میں اہل بیت کرام کے حقوق کا تعارف ضروری ہو جاتا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ امت پر ان کے ساتھ محبت، احترام، نصرت وپیروی کے کیا تقاضے عائد ہوتے ہیں۔

حقوق:

1. **اہل بیت کرام سے محبت وعقیدت رکھنا**

اہل بیت کرام علیہم الرضوان کا یہ حق ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھی جائے کیونکہ دین کے فرائض میں سے ہے، ان سے محبت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کی دلیل ہے۔ حدیثِ پاک ہے:

"تمہارے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو کیونکہ جو اللہ پاک سے اس حال میں ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے تو اللہ پاک اسے میری شفاعت کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بندے کو اس کا عمل اسی صورت میں فائدہ دے گا جبکہ وہ ہمارا (یعنی میرا اور میرے اہل بیت کا) حق پہچانتا ہو۔"[103]

---

[102] (جمع الجوامع 1/410، حدیث نمبر: 3059)
[103] (معجم اوسط، 1/606، حدیث: 243)

2. **اہلِ بیتِ کرام کا ادب و احترام کرنا:**

ادب سے کسی چیز کی پہچان ہوتی ہے، اہلِ بیتِ کرام کی محبت کے ساتھ ساتھ ان کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کرنا بھی ایک اہم حق ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

" تین چیزیں ایسی ہیں، جس نے ان کی حفاظت کی، اللہ پاک اس کی دنیا و دین کے معاملے میں حفاظت فرمائے گا اور جس نے ان کو ضائع کیا اللہ پاک اس کی کسی معاملے میں حفاظت نہیں فرمائے گا۔"

1. اسلام کی عزت و احترام
2. میری عزت و احترام
3. میرے رشتہ و قرابت داروں کی عزت و احترام[104]

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم یہاں تک فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام اگرچہ نسب میں رسول اللہ ﷺ سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں، ان کا یہ حق ہے کہ اپنی خواہشوں کو ان کی رضا کے تابع کریں اور ان کی بھرپور تعظیم کریں اور جب یہ حضرات زمین پر تشریف فرما ہوں تو اونچی نشست پر نہ بیٹھیں۔[105]

3. **اہلِ بیتِ کرام کی پیروی اور تعلیمات پر عمل:**

اہلِ بیت اطہار وہ ہستیاں ہیں کہ ان کی پیروی اور ان کی تعلیمات پر عمل دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور بھٹکنے سے بچنے کے لیے بہترین اور مضبوط رسی ہے جسے مضبوطی سے تھامنے کا حکم ملا ہے۔ چنانچہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ تا ہوں، جب تک تم انہیں نہ چھوڑو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے: (1) ایک کتاب اللہ اور (2) دوسری میری آل (یعنی اہلِ بیت کرام علیہم الرضوان)۔"

4. **اہلِ بیت سے بغض و عداوت نہ رکھنا:**

---

[104] (معجم کبیر، 3/126، حدیث پاک: 2881)

[105] (نور الابصار، ص129)

ان کا ایک حقِ عظیم یہ بھی ہے کہ ان سے بغض وعداوت نہ رکھی جائے، ان کی کسی بات سے اختلاف نہ کیا جائے، ان کی شان میں گستاخی نہ کی جائے۔ جو شخص اہلِ بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔[106]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! جو شخص آلِ محمد (علیہ السلام) سے بغض وعداوت رکھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا: یہ رحمتِ خداوندی سے محروم ہے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا اور وہ کافر ہو کر مرے گا۔[107]

5. **اہلِ بیتِ کرام پر ظلم اور ان کو تکلیف نہ پہنچانا:**

اہلِ بیت پر ظلم کرنے والوں پر جنت حرام ہے۔ پیارے آقا کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت (اولاد) کے بارے میں تکلیف دی اس پر جنت حرام کر دی گئی۔[108]

اہلِ بیتِ کرام کا ایک اہم حق یہ بھی ہے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ جسے یہ پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور اللہ عزوجل اسے اپنی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ دے تو اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے جو ایسا کرے گا اس کی عمر کی برکت اڑ جائے گی اور قیامت میں میرے سامنے کالا منہ لے کر آئے گا۔[109]

اہلِ بیتِ اطہار کی محبت نجات کا سبب بن گئی:

تیمور لنگ تیموری سلطنت کے بانی اور پہلے حکمران ہیں۔ 1336 عیسوی میں پیدا ہوئے اور 1405 عیسوی میں یعنی 69 سال عمر پا کر وفات پائی۔ انہوں نے 10 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ شیخ زین الدین بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تیمور لنگ مرض الموت میں مبتلا تھے ایک دن شدید غم کی وجہ سے ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا، رنگ بدل گیا۔ کچھ دیر بعد حالت سنبھلی تو لوگوں نے صورت حال بتائی کہ بیماری کی شدت کے سبب اچانک آپ کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا، رنگ بدل گیا تھا، اس پر تیمور لنگ نے کہا: میں نے

---

[106](فضائلِ صحابہ لامام احمد، 2/661، حدیث 1126)

[107](نوادر سید الابرار، ص 173)

[108](الشرف المؤبد، ص 99)

[109](کنز العمال، 6/46، حدیث: 34166)

عذاب کے فرشتے دیکھے وہ میری طرف آرہے تھے انہیں دیکھ کر مجھ پر شدید غم کا غلبہ ہوا جس کی وجہ سے میرا رنگ کالا ہو گیا تھا۔ پھر جلد ہی امت کے غمخوار نبی ﷺ تشریف لائے اور فرشتوں سے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد (یعنی سید زادوں) سے محبت کرتا تھا۔ یہ سن کر فرشتے واپس لوٹ گئے۔

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: تیمور لنگ کے انتقال کے بعد کسی نے خواب دیکھا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور پاس ہی تیمور لنگ بھی بیٹھے ہیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا: اے محمد بن حسن! تیمور میری اولاد سے محبت کرتا ہے۔[110]

محبتِ اہل بیت عزت میں اضافے کا سبب:

حضرت ابو نصر بشر حافی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مجھے ایک بار خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے بشر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پاک نے تمہیں تمہارے ہم زمانہ کے اولیاء سے زیادہ بلند مرتبہ کیوں عطا فرمایا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں جانتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ تم میری سنت کی پیروی کرتے ہو، نیک لوگوں کی خدمت کرتے ہو، اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو اور سب سے بڑھ کر اہم بات میرے صحابہ کرام اور میرے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہو۔ یہی وہ سبب ہے کہ جس نے تمہیں نیک لوگوں کی منازل تک پہنچا دیا ہے۔[111]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سادات کرام سے محبت کا انداز: واقعہ

---

[110] (الشرف المؤبد لآل محمد ص 102 ملتقطاً) (اسلامی بیانات جلد 19 ص 9)

[111] (رسالہ قشیریہ ص 31)

مدینۃ المرشد بریلی شریف میں کسی محلہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مدعو تھے۔ ارادت مندوں نے اپنے یہاں لانے کے لئے پالکی کا اہتمام کیا۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمہ سوار ہوگئے اور چار مزدور پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل دیئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ اچانک امامِ اہلسنت علیہ الرحمہ نے پالکی میں سے آواز دی: "پالکی روک دو"۔

پالکی رک گئی، آپ علیہ الرحمہ فوراً باہر تشریف لائے اور بھرائی ہوئی آواز میں مزدوروں سے فرمایا: سچ سچ بتائیں آپ میں سیدزادہ کون ہے؟ کیونکہ میرا ذوقِ ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ ایک مزدور نے آگے بڑھ کر عرض کی: حضور! میں سید ہوں۔ ابھی اس کی بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنا عمامہ شریف اس سیدزادے کے قدموں میں رکھ دیا۔ امامِ اہلسنت کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے اور ہاتھ جوڑ کر التجاء کرنے لگے: معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دیجئے، بے خیالی میں مجھ سے بھول ہوگئی، ہائے غضب ہوگیا! جن کی نعل پاک میرے سر کا تاج عزت ہے انکے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ اگر بروز قیامت تاجدار دوعالم ﷺ نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزند کا دوشِ نازنین اس لیے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے؟ تو میں کیا جواب دوں گا! اسوقت میدانِ محشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی زبردست رسوائی ہوگی کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کروالینے کے بعد امام اہلسنت مدظلہ العالی نے آخری التجائے شوق پیش کی محترم شہزادے اس لاشعوری میں ہونے والی خطا کا کفارہ جبھی ادا ہوگا کہ اب آپ پالکی پر سوار ہونگا اور میں پالکی کو کاندھا دوں گا۔ اس ایثار پر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے بعض کی تو چیخیں نکل گئیں۔ یہ منظر کشی دل سوز ہے اہلسنت کا امام مزدوروں میں شامل ہو کر اپنی خداداد علمیت اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی محبوب کی خاطر ایک گمنام مزدور شہزادے کے قدموں پر نثار کر رہا ہے۔[112]

- معلوم ہوا کہ امام اہلسنت کو سادات کرام سے جو عقیدت و محبت تھی یہ صرف زبانی کلامی نہیں تھی بلکہ آپ دل کی گہرائیوں سے سادات سے محبت فرماتے تھے۔

حاصل کلام:

معلوم ہوا کہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہر مسلمان پر فرض اور ایمان کا جزو لازم ہے۔ اہل بیت کی محبت دراصل نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچی وابستگی کا عملی اظہار ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے نور سے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ

---

[112] (انوار رضا ص 415) (ساداتِ کرام عظمت ص 10)

والسلام کے دل کا سکون اور دین کے ستون ہیں۔ ان سے محبت دین کی روح اور ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض، نفاق اور گمراہی کی نشانی ہے۔ جو دل اہلبیت کی عظمت سے خالی ہو وہ محبت رسول ﷺ کے دعوے میں جھوٹا ہے اسلیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نہ صرف اہلبیت سے محبت کرے بلکہ انکے اقوال و افعال سے رہنمائی بھی لے کہ یہی اصل رضا اور دین کی راہ ہے انہوں نے اپنی عملی زندگی سے یہ سکھایا کہ ظلم کے سامنے جھکنا حرام اور حق کے لیے ڈٹ جانا عین اسلام ہے۔ یہ تعلیماتِ اہل بیت امت مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ بتاتی ہیں جن پر چل کر انسان سعادت دارین پاتا ہے۔

اسلام ما اطاعتِ خلفائے راشدین

ایمان ما حبّ آلِ محمد است ﷺ

فصل سوم:

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق اسلامی عقائد و نظریات

سوال : حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرنا درست ہے؟ اس حوالے سے کیا عقیدہ ہونا چاہیے۔

الجواب :

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں؟ حالانکہ آپ حضرات تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں اور مرد کی نسبت باپ کے باپ کی طرف کی جاتی ہے نہ کہ ماں کے باپ کی طرف۔ تو حضرت موسیٰ کاظم نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد آیت مبارکہ پڑھی، جس کا ترجمہ ہے:

"اور نوح کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون ہیں، اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحیٰ، اور عیسیٰ اور الیاس علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔"[113]

حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی باپ نہیں ہے ان کو انبیاء کرام کی اولاد کی طرف سے کیا گیا ہے اسی طرح ہمیں باری تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں شامل ٹھہرا دیا گیا ہے۔

امیر المومنین! اس کے علاوہ ایک اور بات یہ اور وہ یہ کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت آپ کی طرف نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ دنیا و آخرت میں نفع دینے والی ہے۔[114]

سوال: جو اہل بیت کو معصوم مانے کیا وہ کافر ہے؟

---

[113] (سورہ انعام: 6: 84، 85)

[114] (عقائد و مسائل صفحہ 88 مکتبہ قادریہ لاہور اشاعت 2001)

الجواب :

اہل بیت علیہم الرضوان کو معصوم جاننا کفر تو نہیں ہے لیکن یہ عقیدہ اہل سنت کے متفقہ عقیدہ کے خلاف ہے اگر کسی شخص کا کوئی کفریہ عقیدہ نہ ہو وہ صرف اہل بیت کو معصوم مانتا ہو تو وہ اہلسنت سے خارج اور گمراہ و بد مذہب ہے اور اگر اس عقیدہ کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ بھی ہو تو اس پر اس عقیدہ کے اعتبار سے کفر کا حکم ہو گا۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے وہ اہلسنت سے خارج ہے۔"[115]

سوال: اہل بیت کرام کے بارہ اماموں کے متعلق اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے؟

الجواب:

اہل بیت کرام کے بارہ امام، جن کے نام لوگوں میں مشہور ہیں ان کے متعلق اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آئمہ اہل بیت ہیں، نہایت متقی، پارسا اور اعلیٰ درجے کی بزرگی، ولایت اور مقام و مرتبہ کے حامل ہوئے اور مقام غوثیت پر بھی فائز ہوئے ان میں سے ایک امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں جو ابھی آئیں گے جن کے پاس خلافت عامہ ہو گی۔

ان بارہ اماموں میں سے خلافتِ عامہ صرف مولا علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی اور ایک ابھی حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو ابھی ملے گی۔ بس۔

نوٹ: اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل ہدایات ذہن نشین رہیں:

(الف) تمام انبیاء کرام ان بارہ اماموں سے افضل ہیں۔ ان بارہ اماموں میں کوئی بھی کسی نبی کے برابر یا اس سے افضل نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کوئی امام بھی نبی نہیں ہے اور جو نبی نہ ہو وہ کسی نبی کے برابر یا اس سے افضل نہیں ہو سکتا۔ جو ان میں سے کسی کو کسی نبی کے برابر یا افضل جانے وہ کافر ہے۔

[115] (فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 187، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے "نبی، ولی سے افضل ہے اور یہ قطعی امر ہے، اور جو اس کے خلاف کا قائل ہو وہ کافر ہے کیونکہ نبی کا ولی سے افضل ہونا شریعت کے بدیہی امور پر معلوم ہے۔"[116]

المعتقد المنتقد میں ہے: بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک تمام اولیاء سے افضل ہے اور کوئی کسی ولی کو نبی پر فضیلت دے تو اس پر کفر کا خوف ہے بلکہ وہ کافر ہے۔[117]

(ب) ان بارہ اماموں میں سے کوئی امام معصوم نہیں ہے کہ معصوم صرف انبیاء کرام و ملائکہ ہیں جو انبیاء و ملائکہ کے علاوہ کسی کو معصوم حق ہونے کا عقیدہ رکھے وہ اہلسنت سے خارج ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے: عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔[118]

شیعہ کا عقیدہ امامت اور اہلسنت کی تقلیدِ ائمہ میں فرق:

شیعوں کا عقیدہ امامت اور اہلسنت کا ائمہ اربعہ (چار امام: امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں بہت بڑا فرق ہے۔

شیعوں کے نزدیک عقیدہ امامت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام مبعوث من اللہ (اللہ پاک کی طرف سے بھیجے ہوئے) ہوتے ہیں ایسے ہی "ائمہ معصومین" بھی ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور ان کو حسب منشاء قرآن پاک میں تبدیلی کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ شیعہ مذہب میں عقیدہ امامت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ اہل تشیع کے نزدیک عقیدہ امامت، توحید و رسالت کے عقیدہ کے برابر کی حیثیت رکھتا ہے۔ بارہ ائمہ کو ماننے والا اہل تشیع کا یہ فرقہ "امامیہ" اور "اثنا عشری" کہلاتا ہے۔ ملحوظ

---

[116](ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری، کتاب العلم، ج 1، ص 214، المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر)

[117](المعتقد المنتقد، باب النبوت، ص 125، رضا اکیڈمی، ہند)

[118](بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 1 ص 38 مکتبۃ المدینہ)

رہے کہ مذہبِ شیعہ کی روسے اس عقیدہ کا منکر، توحید، رسالت اور آخرت کے منکرین کی طرح غیر مومن، غیر ناجی اور جہنمی ہیں ان لوگوں کے درمیان بھی ائمہ کی تعین کی تعداد میں اختلاف ہوا اور کئی گروپوں میں بٹ گئے جس کی تفصیل اس موضوع سے متعلقہ دیگر کتب میں ہے۔

لہٰذا شیعوں کا ائمہ کو تسلیم کرنا ایک بنیادی عقیدہ کی حیثیت سے ہے اور اسکا منکر کو وہ مومن یا جنتی نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ شیعہ جو بارہ ائمہ کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں وہ حضرات مثلاً مولا علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور زین العابدین علیہ الرحمہ وغیرہ بذاتِ خود نہایت متقی، پرہیز گار اور خاندانِ نبوت میں سے تھے ان کی طرف شیعوں نے جو خرافات اور نامناسب باتیں منسوب کی ہیں اور اپنی کتب میں درج کی ہیں وہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ ان حضرات کی طرف ان کی نسبت من گھڑت ہے اہل سنت ان تمام حضرات کی تعظیم کرتے ہیں اور انہیں ان خرافات سے پاک سمجھتے ہیں جو اہل تشیع اپنی کتب میں ان کی طرف منسوب کی ہیں۔[119]

جبکہ اس کے بر عکس اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر مکمل طور پر بسہولت عمل کرنے کے لیے چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید و پیروی کرنا شرعاً ضروری ہے اس لیے کہ تکوینی طور پر اللہ پاک نے دین فہمی اور نصوصِ شرعیہ سے استنباطِ مسائل کا جو ملکہ ان حضرات کو عطا کیا تھا وہ ان کے بعد والوں میں سے کسی کو حاصل نہ ہوا، اور ان حضرات کے مذاہب و مسالک کو جو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی وہ کسی اور مجتہدِ عالم کو حاصل نہ ہوئی یہی وجہ ہے کہ ان آئمہ فقہ کے حلقوں میں بڑے بڑے محدثین، کاملین جو احادیث سے مسائل استنباط کرنے جس اور ان پر عمل کرنے میں ان چار آئمہ فقہ میں سے کسی کی تقلید کرتے تھے اور ان حضرات کے فقہاء کرام کے مقلدین ساری دنیا میں موجود ہیں اور تعلیمِ دین اور دین پر صحیح طریقے پر عمل کرنے میں مصروف ہیں اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت ان حضرات کو نہ تو نبی کا درجہ دیتے ہیں اور نہ غیر مقلد کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں البتہ نفسانیت اور اتباعِ ھویٰ سے محفوظ رہنے کے لیے آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک متعین امام کی تقلید کو اجتہادی مسائل میں واجب کہتے ہیں۔

---

[119] (فتاویٰ بینات 1/188- ایرانی انقلاب ص:29)

سوال: کیا بے علم سید افضل ہے یا غیر سید عالم؟

علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ہی عظیم فضیلت کے حامل ہیں سید اس لیے کہ وہ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں اور اس کا غیر پر کوئی فضیلت نہیں ہے اس لیے بعض علماء نے فرمایا کہ میں نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے جسمِ اقدس کے حصے کے برابر کسی کو نہیں مانتا، رہا عالم با عمل تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ان سے مسلمانوں کا فائدہ اور گمراہیوں کی رہنمائی ہے علماء کرام رسولانِ کرام کے خلفاء اور ان کے علوم و معارف کے وارث ہیں اس لیے صاحبِ توفیق پر لازم ہے کہ تمام ساداتِ کرام اور با عمل علماء کے جو کہ ان کی تعظیم و توقیر بجالائے اور جب دونوں اکٹھے ہوں تو ابتداء سید سے کہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے لختِ جگر ہیں۔ سید سے مراد وہ جس کا سلسلہِ نسب سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے وابستہ ہو۔[120]

سوال: کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی چیز کے مالک نہیں؟ حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے فاطمہ بنتِ محمد! اے صفیہ بنتِ عبد المطلب! اے بنو عبد المطلب! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، کیونکہ میں اللہ پاک سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں کا کیا مطلب ہے؟

الجواب:

اس حدیثِ مبارکہ اور اہلبیت کی فضیلت میں وارد احادیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حدیثِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کیلئے اللہ پاک کی طرف سے نفع یا نقصان کے (از خود) مالک نہیں ہیں، لیکن اللہ پاک کے مالک بنانے سے آپ اپنے خویش و اقارب بلکہ امت کو خصوصی خویش یعنی عمومی شفاعت سے نفع عطا فرمائیں گے، پس آپ اسی چیز کے مالک ہیں جس کا اللہ پاک آپ کو مالک بنائے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

((لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً))

---

[120] (عقائد و مسائل ص 93 مکتبہ قادریہ لاہور اشاعت 2001)

"میں تمہیں اللہ پاک سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا"

یعنی اپنے طور پر بغیر اسکے کہ اللہ مجھے شفاعت کی اجازت عطا فرما کر یا میرے طفیل امت کی مغفرت فرما کر مجھے اعزاز عطا فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیثِ مذکور میں حقِ قرابت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مگر تمہارے لیے قرابت ہے جسے ہم اس کی تری سے تر کریں گے۔ اس کا مطلب یہ کہ ہم صلہ رحمی کریں گے۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اہلبیت کی نسبت ان کے لیے دنیاو آخرت میں فائدہ دینے والی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فاطمہ میرا جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز انہیں ناراض کرتی ہے وہ ہمیں ناراض کرتی ہے اور جو انہیں خوش کرتی ہے وہ ہمیں خوش کرتی ہے۔ قیامت کے دن ہمارے نسب، سبب اور سسرالی رشتہ داری کے علاوہ تمام نسب منقطع ہو جائیں گے"

اسی طرح حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میرے رب نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو اللہ پاک کی وحدانیت اور میرے لیے تبلیغ کا اقرار کرے گا اللہ پاک اسے عذاب نہیں دے گا۔"[121]

سوال: علیہ السلام کا مطلب ہے ان پر سلامتی ہو۔ تو پھر حضرت علی یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز کیوں نہیں؟

جواب:

بے شک مذکورہ بالا ہستیاں سلامتی والی ہیں اور ان پر اللہ کی سلامتی ہے اور "علیہ السلام" کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان پر سلامتی ہو، لہٰذا معنی کے اعتبار سے بات تو درست ہے مگر یہاں ممانعت معنی کا لحاظ سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ صیغے انبیاء اور

---

[121] (عقائد و مسائل ص 91، مکتبہ قادریہ لاہور 2001)

فرشتوں کے ساتھ خاص ہو چکے ہیں، مستقل صرف انہیں کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام لگایا جائے گا، سلف صالحین وائمہ دین سے یہی معمول، اور غیر نبی کے ساتھ علیہ السلام لگانے کی ممانعت منقول ہے، مزید اسے اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بے شک عزت وبزرگی والی بلند وبالا ہستی ہیں اور "عزوجل" کے لغوی معنی بھی یہی ہیں مگر معنی کا اعتبار کر کے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے نامِ گرامی کے ساتھ "عزوجل" نہیں لگاسکتے کیونکہ یہ صیغہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہے یونہی مستقلاً درود وسلام بھی انبیاء وفرشتوں کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ غیر نبی کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لگانا اہل بدعت کا شعار ہے اور بدعتیوں کے شعار سے بچنا لازم ہے۔ البتہ اگر صلوۃ وسلام مستقل طور پر نہ ہو بلکہ کسی نبی کی اتباع میں ہو تو جائز ہے۔

ردالمحتار میں علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ترجمہ: بہر حال سلام تو اس بارے میں امام لقانی نے جوہرۃ التوحید کی شرح میں امام جوینی سے نقل کیا کہ یہ درود کے معنی میں ہے لہٰذا نہ اسے غائبانہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی پر انفرادی طور پر بولا جاسکتا ہے، پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے۔ ظاہر ہے یہ سلام کی ممانعت کی علت وہی ہے جو درود کی ممانعت کی علت امام نووی علیہ الرحمہ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور اس لیے کہ سلف کی زبانوں پر یہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ہمارا "عزوجل" کہنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے پس محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا۔ اگرچہ وہ عزت والے جلیل القدر ہیں جو لفظی معنی۔ فرمایا کہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے فرمایا: جو محققین کا مذہب ہے اور میں جس کی طرف مائل ہوں وہ وہی ہے جو امام مالک وامام سفیان علیہما الرحمہ نے فرمایا، اور فقہاء ومتکلمین میں سے متعدد نے اسے اختیار کیا اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ درود وسلام کی تخصیص واجب ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر کے وقت اس کے ساتھ تقدیس وتنزیہہ کی تخصیص واجب ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کا ذکر مغفرت ورضا کے ساتھ کیا جائے گا۔[122]

سوال: سید کسے کہتے ہیں اور ساداتِ کرام کی اس قدر تعظیم وتکریم کی کیا وجہ ہے؟

[122] (ردالمحتار علی الدر المختار، ج6، ص573، دار الفکر، بیروت)

"سید" کا لغوی معنی "سردار" ہوتا ہے مگر عرفِ عام اور اصطلاحاًوہ بزرگ سید کہلاتے ہیں جو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد ہیں جبکہ عرب شریف میں ہر معزز شخص کو "سید" اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو "شریف" کہا جاتا ہے۔[123]

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سید سبطین کریمین کی اولاد کو کہتے ہیں یعنی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو۔[124]

ساداتِ کرام کی عظمت کی وجہ: ساداتِ کرام کی تعظیم و تکریم کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ حضرات رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا ٹکڑا ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ ان اعمال کی سبب اس سے تنفر (نفرت) نہ کی جائے نفسِ اعمال سے تنفر (یعنی فقط برائی سے نفرت) ہو۔ ساداتِ کرام کی اشیاء کے نسب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس سے فیل (انتساب کی فضیلت) انتساب کی تعظیم ہر متقی پر بھی فرض ہے کیونکہ وہ اس سید صاحب کی تعظیم نہیں بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے۔[125]

حضرت سیدنا علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھتی ہیں ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ زادہااللہ شرفاًو تعظیماً کے جن مقامات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب ہو گئیں ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے۔[126]

سید کی توہین کرنا کیسا؟

---

[123] (ساداتِ کرام کی عظمت، رسالہ: صفحہ 3)

[124] (فتاویٰ رضویہ 13/361)

[125] (فتاویٰ رضویہ 22/423 ملتقطاً)

[126] (الشفا-الباب الثالث فی تعظیم امرہ وفضل ومن اعظامہ -الخ ص56 الجز:2)

سید کی بطورِ سید یعنی وہ سید ہے اس لیے توہین کرنا کفر ہے۔[127] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ساداتِ کرام کی تعظیم فرض ہے اور ان کی توہین حرام، بلکہ علما کرام نے ارشاد فرمایا: جو کسی عالم کو مولوی یا کسی میر (سید) کو میر وا کہے، (یعنی) تحقیر کے لیے کافر ہے۔[128]

مصطفیٰ کی عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں

ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہل بیت[129]

دودمان: خاندان

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ارشاد فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں اور مولا کے معنیٰ میں "آقا" سردار۔ تو کیا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر و عمر کے بھی مولیٰ ہیں تو حضرت علی بھی ان حضرات کے سردار و آقا ہیں؟[130]

جواب:

لفظ "مولیٰ" کے معانی کو بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ "مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ" میں تحریر فرماتے ہیں: "مولیٰ کے بہت سے معنیٰ ہیں: دوست، مددگار، آزاد شدہ غلام، (غلام کو) آزاد کرنے والا مولیٰ۔ اس حدیث پاک میں مولیٰ کے معنیٰ خلیفہ یا بادشاہ نہیں یہاں مولیٰ بمعنیٰ دوست اور محبوب ہے یا بمعنیٰ مددگار۔ اور واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے دوست بھی ہیں مددگار بھی اسی لیے آپ کو تمام صحابہ کرام "مولیٰ علی" کہتے ہیں۔[131]

---

[127] (ماخوذ از مجمع الانہر ج2 ص509)

[128] (فتاویٰ رضویہ جلد22 صفحہ 420)

[129] (ذوقِ نعت)

[130] (مولانا سجاد عطاری مدنی) فتویٰ نمبر: WAT 1849)

[131] (مرآۃ المناجیح، جلد8، صفحہ 376، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

سوال: اگر کوئی کہے کہ اہل بیت کا مقام روحانی طور پر پچھلے تمام انبیاء کرام سے بھی زیادہ ہے کسی کا ایسا کہنا کیسا ہے؟[132]

جو اہل بیت علیہم الرضوان کو کسی بھی نبی سے افضل جاننا وہ کافر ہے کیونکہ غیر نبی کو نبی سے افضل جاننا بالاجماع کفر ہے۔ صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی ارشاد فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر سمجھے بالاجماع کافر ہے۔"[133]

ایک اور مقام (بدمذہبوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:

"آٹھواں فرقہ کا۔۔۔ تیرہواں عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم انبیاء کرام سے افضل ہیں یہ بالاجماع کفر ہے کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا ہے۔"[134]

سوال: کیا مولیٰ علی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ اور جو شخص افضل قرار دے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟[135]

تمام صحابہ کرام اور تابعینِ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں افضل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہی مسلکِ حق عقیدہ

---

[132] (فتویٰ نمبر: WAT 1393)

[133] (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 47، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[134] (بہار شریعت جلد 1، صفحہ 210، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[135] (فتویٰ نمبر: Sar 5093)

اہلسنت وجماعت کا ہے اور اس عقیدہ پر بکثرت احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ واقوالِ ائمہ، بلکہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالی شان موجود ہے اور جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ جو شخص مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ شخص اہلسنت سے خارج ہے۔

حضرت سیدنا ابودرداء سے روایت ہے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کسی بھی ایسے شخص پر آفتاب طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابو بکر سے افضل ہو سوائے انبیاء ومرسلین کے۔[136]

حضرت اسعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک روح القدس جبریل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں۔[137]

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کا بیان ہے: میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کون افضل ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت عمر افضل ہیں۔[138]

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا افضل ہونا اہلسنت کے درمیان متفق ہے اور علمی ترتیب (حضرت عثمان کا حضرت علی سے افضل ہونا) عثمان وعلی کے درمیان ہے اس موقف کے مطابق جس پر جمہور اہلسنت ہیں اور صحیح وہی ہے جس پر جمہور اہلسنت ہیں۔[139]

سوال: سادات کرام کو ملازم رکھنا کیسا ہے؟

---

[136] (کنزالعمال رقم الحدیث 32619، جلد 11 صفحہ 254 دارالکتب العلمیہ بیروت)
[137] (المعجم الاوسط رقم الحدیث 6448 جلد 6 صفحہ 18 دارالکتب العلمیہ بیروت)
[138] (صحیح البخاری، باب فضل ابی بکر جلد 1 صفحہ 518 مطبوعہ کراچی)
[139] (شرح فقہ الاکبر صفحہ 63 مطبوعہ کراچی)

سادات کرام کو ایسے کام پر ملازم رکھا جاسکتا ہے جس میں ذلت نہ پائی جاتی ہو البتہ ذلت والے کاموں میں انہیں ملازم رکھنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب آپ سے سوال ہوا کہ سید زادے سے جب شاگرد ہو یا ملازم ہو دینی یا دنیاوی خدمت لینا اور اسکو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو فرمایا: ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں۔ نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز اور جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے۔ شاگرد بھی جہاں تک حرف اور معروف ہو خدمت لینا شرعاً جائز ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز (پرہیز) کریں۔[140]

سوال: اگر کوئی بد مذہب سید ہونے کا دعویٰ کرے تو کیا اسکی بھی تعظیم و تکریم کی جائے گی؟

اگر کوئی بد مذہب سید ہونے کا دعویٰ کرے اور اسکی بد مذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو تو ہر گز اسکی تعظیم نہ کی جائے گی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ساداتِ کرام کی تعظیم ہمیشہ کی جائے گی جب تک انکی بد مذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچے کہ اسکے بعد وہ سید ہی نہیں، نسب منقطع ہے۔ اللہ پاک قرآنِ پاک میں فرماتا ہے: (قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ) ترجمہ کنزالایمان فرمایا: اے نوح! وہ (یعنی تیرا بیٹا کنعان) تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اسکے کام بڑے ناپاک ہیں۔ بد مذہب جبکہ بد مذہبی حدِ کفر کو پہنچ جائے اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ انکی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض۔[141]

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کے تحت۔ اس سے ثابت ہوا کہ نسبی قرابت سے دینی قرابت زیادہ قوی ہے۔[142]

سوال: اگر کوئی غیر سید "سید ہونے کا دعویٰ کرے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

---

[140] (فتاویٰ رضویہ 22/568) (رسالہ سادات کرام کی عظمت صفحہ 12)

[141] (فتاویٰ رضویہ 22 / 421 ملخصًا)

[142] (خزائن العرفان پارہ 12، ہود تحت الآیہ 46)

جو واقع میں سید نہ ہو اور دیدہ دانستہ (جان بوجھ کر) سید بنتا ہو وہ ملعون ہے نہ اسکا فرض قبول نہ نفل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے یا کسی غیر والی کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اللہ پاک قیامت کے دن اسکا نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ ہی کوئی نفل۔[143]

مگر یہ احکام معاملہ اللہ پاک کے یہاں ہے ہم بلا دلیل تکذیب نہیں کر سکتے البتہ ہمارے علم میں تحقیق طور پر معلوم ہے کہ یہ سید نہ تھا اور اب سید بن بیٹھا تو اسے ہم بھی فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحقِ لعنت جانیں گے۔[144]

سوال: اگر کسی کے سید ہونے کا ثبوت نہ ہو کیا اسکی بھی تعظیم کی جائے گی؟

تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے اور نہ ہی کسی خاص سند کی حاجت بلکہ جو لوگ سادات کہلاتے ہیں انکی تعظیم کرنی چاہئے انکے حسب ونسب کی تحقیق میں پڑنے کی حاجت نہیں اور نہ ہی ہمیں اسکا حکم دیا گیا ہے اعلیحضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام سے سید ہونے کی سند طلب کرنے اور نہ ملنے پر برا بھلا کہنے والے شخص کے بارے میں استفسار ہوا تو آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اسکی تعظیم کرنے کے لئے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلاتے چلے آئیں ہم انکی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے امرِ خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہر گز جائز نہیں (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں) ہاں جب ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے تو ہم اسکی تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہو گا کہ ناواقفوں کو اسکا فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جن پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سید سے الجھا۔ انہوں نے

---

143 (مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ۔الخ ص 712 حدیث 1370)

144 (فتاویٰ رضویہ 198 / 23) (رسالہ ساداتِ کرام کی عظمت ص 16)

فرمایا: میں سید ہوں کیا؟ کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی؟ رات کو زیارتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا کہ معرکہِ حشر ہے، یہ شفاعت خواہ ہوا، اعتراض فرمایا۔ اس نے عرض کی میں بھی حضور کا امتی ہوں فرمایا: کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی؟[145]

سوال: کیا ساداتِ کرام پر تنقید کی جا سکتی ہے؟

جواب:

جو شخص بھی اہل بیتِ نبی ﷺ اور آلِ رسول ﷺ سے ہے، اس کی تعظیم بہر حال واجب ہے۔ اگر وہ خدانخواستہ بدکار و بدکردار ہو تو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس سے باز آجائیں اور اس کی اصلاحی انداز میں تنقید کی جا سکتی ہے، تحقیر و تذلیل کے انداز پر نہیں کہ یہ اولادِ رسول کی تحقیر تصور کی جائے گی جو کفر تک پہنچا سکتی ہے۔ اگر کسی سید ذات سے کسی شخص پر زیادتی ہوئی ہے، ظلم ہوا ہے تو وہ اس کے ازالے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اپنا حق حاصل کر سکتا ہے مگر طیش میں آکر اگر یہ کہہ دیا کہ یہ سید ہوتا ہی ایسا ہے تو پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا اور عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرا۔ اگر سید زادے سے لائقِ حد جرم ہوا اور وہ عدالت میں ثابت ہو گیا تو اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی کہ شہزادوں کے پاؤں میں مٹی لگ گئی تھی اسے اتار دیا گیا ہے۔

سوال: کیا آلِ رسول پر صدقہ حرام ہے نیز صدقہ حرام ہونے کی کیا حکمتیں ہیں؟

جواب:

آلِ رسول ﷺ پر صدقہ حرام ہے۔ علماء نے اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں:

---

145 (فتاویٰ رضویہ 29 / 87-588)

صدقہ (زکوٰۃ وفطرانہ وغیرہ) کا بدلہ ثواب کی صورت میں صرف آخرت میں ملتا ہے کیونکہ وہ خاص عبادت ہے جبکہ ہدیہ کا بدلہ اس دنیا میں جوابی ہدیہ کی صورت میں دیا جاسکتا ہے نبی و آلِ نبی ﷺ پر ہدیہ اس لیے جائز ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے کر احسان کے بوجھ سے آزاد ہو سکتے ہیں مگر صدقہ کا احسان وہ ہے جس کا بوجھ اتارا نہیں جاسکتا اور اللہ کو پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب اور اس کی آل کو ہمیشہ کے لیے کسی کا احسان مند اور ممنونِ منت دیکھے۔

صدقہ قبول کرنے میں ایک طرح کی خفت اور خجالت ہے کیونکہ وہ مفلسوں اور ناداروں کا حق ہے اس لیے زکوٰۃ، فطرہ و عشر وغیرہ مالدار نہیں کھا سکتا صرف غریب ہی کھا سکتا ہے جبکہ ہدیہ قبول کرنے میں ایسی خفت نہیں کیونکہ ہدیہ کا معنی ہے تحفہ اور تحائف وہدایات تو ہر طبقے کے لوگ ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں خواہ وہ امراء ہوں یا غرباء۔ گویا اللہ کو محبوب ﷺ کے لیے ان کی شان کے خلاف کوئی معاملہ پسند نہیں۔ اسی طرح آپ کی آل بھی اللہ کے ہاں اس قدر معزز و محترم ہے کہ صدقہ قبول کرکے انگلی خفیف اٹھانا اُٹھانا گوارا نہیں۔

صدقہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے صابن اور صدقہ کے ذریعے نکالا جانے والا مال وہ میل ہے جو سارے سال میں سے نکالی جاتی ہے اسی کو نبی پاک ﷺ نے "انماہی اوساخ الناس" فرمایا لہٰذا مشائخ لکھتے ہیں کہ آلِ رسول ﷺ کے لیے میل کچیل جلادی جائے جبکہ ہدیہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لیے خوشبو۔[146]

خفت معنی: گھبراہٹ / جھجھک

خجالت معنی: شرمندگی / ندامت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا

اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلِ بیت

---

[146] (عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ، ص292، مکتبہ برھان القرآن لاہور)

باب دوم: عظمت و فضائلِ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم قرآن و حدیث کی روشنی میں

- فصل اول: شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں وارد قرآنی آیات
- فصلِ دوم: شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں وارد احادیثِ مبارکہ
- فصل سوم: شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اقوالِ علماء کی روشنی میں

فصل اول:

شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں وارد قرآنی آیات

قرآنِ کریم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آخری آسمانی کتاب اور ہدایت کا وہ سرچشمہ ہے جو نہ صرف عقائد و عبادات بلکہ اخلاق، معاشرت اور انسانی رشتوں کی اساس بھی فراہم کرتا ہے۔ انہی میں سے ایک اہم موضوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہلبیتِ کرام بھی ہیں جن کا قرآنِ کریم نے مختلف مقامات پر اہلبیت کی طہارت، عظمت اور شان کو واضح الفاظ یا بلیغ اسالیب میں بیان فرمایا ہے جس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اہلبیتِ کرام کی محبت و تعظیم محض اختیاری امر نہیں بلکہ ایک ایمانی تقاضا اور قرآنی ہدایت ہے۔

مباہلہ نصاریٰ اور شانِ اہلبیت:

آیت مبارکہ:

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾[147]

ترجمہ کنز الایمان: "پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

شانِ نزول:

آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے علاقے کے عیسائی 9 ہجری میں مدینہ طیبہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الوہیتِ عیسیٰ پر جھگڑنے لگے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائل سے ان پر حق واضح کیا مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے تب اللہ تبارک نے یہ آیت اتاری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان عیسائیوں سے کہہ دیں کہ تم اپنے بیٹے لے آؤ ہم اپنے بیٹے لے آتے ہیں، تم اپنی عورتیں لے آؤ ہم اپنی عورتیں لے آتے ہیں، تم خود بھی آجاؤ ہم بھی آجاتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور وہ ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ وقت مقرر ہوا۔ آپ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت اور اپنے نواسوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر میدان میں نکلے۔ آل نورانی

---

[147] (سورۃ آل عمران، 3: 61)

جماعت کو دیکھ کر عیسائی دور ہی سے بھاگ گئے اور کہا کہ اگر ان لوگوں نے دعا کر دی تو یقیناً اللہ کا عذاب اترے گا اور کوئی عیسائی زندہ نہیں بچے گا۔

تو لفظ ابناءنا کے تحت آپ ﷺ نے حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو لے کر نکلے، "نساءنا" کے تحت سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت (رضی اللہ عنہا) کو لے کر نکلے۔ آپ ﷺ کی دیگر بیٹیاں اس واقعے سے قبل وفات پا چکی تھیں، اور آیتِ مبارکہ کے الفاظ "وانفسنا" کے تحت آپ ﷺ خود نکلے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی اس میں شامل کیا، جس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

- ((حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے واقعہ مباہلہ روایت کرتے ہوئے آخر میں کہا: رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی تھے۔ پس آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا، تو عیسائیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر صلح کر لی۔))
- ((ایک اور روایت میں یوں ہے کہ عیسائیوں نے بھی مباہلہ کے لیے میدان میں نکلنا چاہا، مگر ان کے ایک سردار نے کہا: میں مقابلے میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ عزوجل پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا دے۔))[148]
- ((حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ندع ابناءنا وابناءکم۔۔۔ الخ، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور فرمایا: اللھم ھولاء اھلی۔ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔))[149]

ان احادیثِ مبارکہ سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے اس موقع پر اپنے مقرب ترین افراد کو لے کر نکلے۔ بہرحال اس جگہ ان حضرات کے لیے بہت بڑا مقام اور فضیلت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ ان نفوسِ قدسیہ کو اپنے ساتھ اسلام کی دلیلوں کے طور پر لے کر نکلے، گویا آپ زبانِ حال سے فرما رہے تھے: عیسائیو! میرے دین کی صداقت دیکھنی ہے تو شجاعتِ علی کو دیکھ لو، میری بیٹی کی طہارت وعفت کو دیکھ لو اور حسن و حسین کی عظمت کو دیکھ لو۔ (رضی اللہ عنہم)

---

[148] (عظمتِ اہل بیت رسول ﷺ، ص 33، مکتبہ رحمان القرآن لاہور، طباعت دوم 2017ء)
[149] (مسلم شریف، ج 2، ص 278، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

اس جگہ لفظ ابناءنا کے تحت رسول اللہ ﷺ کا اپنے نواسوں حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو لے کر نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے لیے بیٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لیے ان دونوں کی ذریت کو اولادِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی رگوں میں رسول اللہ ﷺ کا خون ہے۔[150]

آیتِ تطہیر:

﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا﴾[151]

ترجمہ کنزالایمان: "اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔"

تطہیر کا مطلب:

یعنی اے میرے حبیب ﷺ کے گھر والو! اللہ کا تو یہی چاہنا ہے کہ گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔[152]

امام طبری علیہ الرحمہ مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی اے آلِ محمد ﷺ! اللہ پاک چاہتا ہے کہ تم سے بری باتوں اور فحش چیزوں کو دور رکھے اور تمہیں گناہوں کی میل کچیل سے پاک وصاف کر دے۔[153]

اللہ عزوجل نے تو یہ فرمایا کہ اللہ اہل بیتِ رسول ﷺ کو ہر آلائشِ دنیا سے پاک کرنا چاہتا ہے انما یرید اللہ۔۔۔اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿اِذَآ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ﴾ یعنی جب اللہ پاک کسی چیز کے لیے یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے تو ہو جاتی ہے

---

[150] (عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ ص35)

[151] (سورہ الاحزاب: 33)

[152] (مدارک، الاحزاب تحت الآیۃ 33 ص940 ملخصًا)

[153] (تفسیر طبری ج10 ص296)

اس لیے جب اللہ نے اہلبیتِ رسول ﷺ کو پاک کرنے کا ارادہ فرمالیا تو پاک ہو گئے اور پاک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے انہیں گناہوں سے محفوظ کر دیا، اپنی حفاظت میں لے لیا۔[154]

حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ اہلِ بیتِ کرام کے فضائل کا منبع (سرچشمہ) ہے، اس سے ان کے اعزاز و مآثر (بلند مقام) اور علوشان کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاقِ دنیہ (گھٹیا اخلاق) واحوالِ مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی، بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہلِ بیت نار پر حرام ہیں اور الٰہی اس تطہیر کا فائدہ مستمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوالِ شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے افکار و پروردگار انہیں محفوظ رکھتا اور بچاتا ہے۔

حضراتِ صوفیہ کا ایک گروہ جزم رکھتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء، آلِ رسول ﷺ میں سے ہی ہونگے اس آیتِ تطہیر کا ثمرہ یہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کر دیا گیا کیونکہ اسکو حدیث شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے۔[155]

مذکورہ آیت میں اہلِ بیت کے مصداق کون۔۔۔؟

تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے: اہلِ بیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنت اور علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔[156]

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ، فاطمۃ الزہراء، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ عنکم اور اسکے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور صلی

---

[154] (عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ ص46)

[155] (سوانح کربلا ص82 / 83)

[156] (خزائن العرفان ص780)

اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اسکے بعد میں ارشاد ہوا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾۔ اور یہ قول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے اسلئے انکے غلام عکرمہ بازار میں اسکی ندا کرتے تھے۔[157]

((مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ تک صبح کی نماز کیلئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے: "اے اہلِ بیت نماز کا وقت آگیا۔ پھر اسی آیتِ تطہیر کی تلاوت فرماتے"))[158]

((حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تشریف لائے جبکہ آپکے اوپر سیاہ بالوں والی منقش چادر تھی۔ اتنے میں حضرت حسن آگئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں اپنی چادر میں داخل کرلیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ آگئے وہ بھی انکے ساتھ داخل ہوگئے پھر حضرت فاطمہ آگئیں انہیں بھی داخل کرلیا گیا پھر حضرت علی بھی آگئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں بھی داخل کرلیا پھر فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔))[159]

((ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ میرے گھر میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھر میں سات افراد تھے جبرئیل، میکائیل (علیہ السلام)، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جبکہ میں گھر کے دروازے پر تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں؟ فرمایا: تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو، تم تو ازواجِ نبی ﷺ اور اہل بیت میں سے ہو۔))[160]

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ آیتِ تطہیر ازواجِ مطہرات کے لیے ہی اتری ہے البتہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرما کر مولیٰ علی شیر خدا، سیدہ خاتونِ جنت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں شامل فرمالیا۔ اکثر مفسرین نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔[161]

---

[157](سوانح کربلا ص 82)

[158](تفسیر ابنِ کثیر مکتبہ اسلامیہ ص 279)

[159](مسلم شریف جلد دوم کتاب فضائل حسن و حسین رضی اللہ عنہما ص 283 مطبوعہ کراچی)

[160](در منثور، جلد 6، ص 604)

[161](عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ، ص 44)

چنانچہ امام قرطبی فرماتے ہیں: نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد حضرت علی، وفاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے لیے دعا ہے، آپ نے چاہا کہ انہیں بھی اس آیت میں داخل فرمالیں جس میں آپ کی ازواج کو مخاطب کیا گیا تھا۔[162]

علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی واضح دلیل ہے اور روشن حجت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ آیت شیعہ مذہب کے بطلان پر مضبوط دلیل ہے کہ انہوں نے لفظ اہل بیت کو حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے صاحبزادگان حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

اور یہ جو حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر فرمایا "اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں" اور یہ آیت ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تلاوت کی تو یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات اہل بیت ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا کوئی اہل بیت میں سے نہیں۔[163]

حاصلِ کلام:

کلام کا حاصل یہ ہے کہ رہائشی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں اس لیے ان کو یہاں مخاطب فرمایا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں خفیفاً درج ہونگے۔ لہذا یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے جس طرح کہ آپ ﷺ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے اور وہ سب بنو ہاشم وبنو عبد المطلب ہیں۔[164]

لہذا یہ آیہ مبارکہ اہل بیتِ نبوی ﷺ کے فضائل کا سرچشمہ ہے اس لیے کہ ان کے عیاں کارناموں اور بلند شان کا تذکرہ ہے۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں

---

[162] (تفسیر قرطبی، جلد14، ص183، مطبوعہ بیروت)

[163] (روح البیان، ج7، ص171، مطبوعہ بیروت)

[164] (الصواعق المحرقہ، ترجمہ عبد المصطفیٰ محمد مجاہد، ص388، فرید بک سٹال لاہور، طباعت 2014)

آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت[165]

آیتِ مودّت:

﴿قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِى ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾[166]

ترجمہ کنزالایمان: "تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔"

شانِ نزول:

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال بھی (ظاہری طور پر) کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ آقا کے حقوق کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی ہے اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لیے یہ مال ہے خود ہم آستانہ کی خدمت میں نذر کے لیے لائیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے اس لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ نے وہ اموال واپس کر دیئے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں: کہ اے محبوب! تم فرماؤ! میں اس تبلیغ وارشاد پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر میری قرابت کی محبت تم پر لازم ہے جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کی محبت واجب ہے تو سید عالمین ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہو گی۔[167]

قرابت والوں سے مراد:

اہلِ قرابت سے کون کون مراد ہیں اس میں کئی اقوال ہیں،

---

[165](ذوقِ نعت)

[166](شوریٰ، 23:42)

[167](جمل وخازن وغیرہ بحوالہ خزائن العرفان ص299)

- ایک تو یہ کہ اس سے مراد حضرت علی و فاطمہ و حسنین (رضی اللہ عنہم) ہیں۔
- ایک قول یہ ہے کہ آلِ علی، آلِ عباس، آلِ عقیل، آلِ جعفر رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔
- ایک قول یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ تمام اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم و عبد المطلب ہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور کے اہل بیت میں داخل ہیں۔

مسئلہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور آپکے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔[168]

حضرت سعید بن جبیر اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آل سے مراد قرابتِ آل محمد ﷺ ہے۔[169]

((امام احمد، طبرانی اور حاکم روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ کے قریبی رشتہ دار کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب ہے، فرمایا: علی المرتضیٰ، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (رضی اللہ عنہم)))[170]

ابو الدیلم کا بیان ہے کہ جب حضرت علی بن حسین (رضی اللہ عنہ) کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے برا بھلا کہا کہ شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کر دیا اور تمہارا ناس کر دیا اور فتنے کی جڑ کو کاٹ دیا۔ یہ سن کر آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا: کیا اس میں حٰم والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا: واہ کیا بات ہے! میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن حٰم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی ﴿قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کی محبت۔ اس نے کہا: پھر کیا تم وہی ہو؟ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: ہاں۔

حضرت عمرو بن شعیب سے جب اس آیت مبارکہ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مراد قرابت رسول اللہ ﷺ ہے۔[171]

---

[168] (جمل و خازن وغیرہ بحوالہ خزائن العرفان ص299)(عظمت اہل بیت رسول ﷺ ص57)
[169] (تفسیر ابن کثیر مکتبہ اسلامیہ ص596)
[170] (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر 3/47 (2641))(عقائد و مسائل ص82 مکتبہ قادریہ لاہور)
[171] (تفسیر ابن کثیر مکتبہ اسلامیہ ص597)

آیت مبارکہ کے معنٰی مختلف تفاسیر کی روشنی میں:

علامہ بغوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس آیت کے ایک کا ایک معنی یہ ہے کہ (اے لوگو!) میں تمھیں دین سکھاتا ہوں، تمھاری دنیاو آخرت کی بھلائیاں تم تک پہنچاتا ہوں اس پر میں تم سے کسی قسم کا کوئی اجر، کوئی بدلہ نہیں چاہتا، البتہ! میں تمہیں قرابت داری کی محبت کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس سے معلوم پیارے آقا مکی مدنی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ کے رشتہ داروں کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔[172]

- ((طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ قریش سے کہا کہ میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے یعنی میری قرابت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔ یہ پہلا قول ہے۔))
- ((دوسرا قول: مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ میں تمہیں جو دلیل دی ہے جس میں ہدایت کا راستہ بتلایا ہے اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم اللہ پاک کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے قرب اور نزدیکی حاصل کرلو۔))
- ((تیسرا قول: جو حضرت سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے گزرا کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔))[173]

لہٰذا معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور آپ کی آلِ پاک کی محبت و عزت ہم سب پر لازم ہے۔

آلِ یٰسین پر سلام:

﴿سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ﴾[174]

ترجمہ: "الیاسین پر سلام ہو۔"

الیاسین سے کیا مراد ہے؟

---

[172] (تفسیر بغوی ج25الشوریٰ تحت الایۃ 23، 4/111 ملخصًا)

[173] (تفسیر ابن کثیر مکتبہ اسلامیہ ص596)

[174] (الصّٰفّٰت:37:130)

1. ایک قول کے مطابق یہ الیاس کی دوسری لغت ہے جیسے سینا کو سینین بھی دیکھا جاتا ہے قرآن مجید میں ایک جگہ طورِ سینا آیا ہے اور دوسری جگہ طورِ سینین آیا ہے۔ اسی طرح الیاس اور الیاسین گویا الیاس علیہ السلام کا نام ہے۔
2. دوسرا قول: الیاسین یہ آلِ یٰسین سے مخفف ہے یعنی یٰسین کی آل۔ اس کے چند دلائل:

* قراءتِ سبعہ متواترہ میں سے امام نافع مدنی اور امام بن عامر شامی کی قراءت میں یہ لفظ آلِ یٰسین پڑھا گیا ہے لفظ آل کی یٰسین کی طرف اضافت کے ساتھ۔
* قرآن پاک میں یہ لفظ ایسے لکھا گیا ہے اِلْ یٰسِیْن یعنی اِل اور یٰسین الگ الگ لکھے گئے ہیں یہ اسی لیے ہے تاکہ اس سے آلِ یاسین بھی پڑھا جاسکے۔ دراصل قرآنِ پاک کی کتابت دورِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ایسے کی گئی تھی کہ کسی لفظ کی تمام قراءت کو اس سے نکالا جاسکے، اگر یہاں آلِ یاسین لکھا جاتا تو اس کی الیاسین والی قراءت خارج ہو جاتی۔ تو واضح ہوا کہ الیاسین اور آلِ یاسین ایک ہی چیز ہے تو آیت کا معنی بن گیا کہ آلِ یاسین پر سلام ہو۔

آلِ یاسین کون ہیں؟[175]

امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سلامٌ علیٰ الِ یاسین سے ہم آلِ محمد ﷺ مراد ہیں۔[176]

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں: اور کہا گیا ہے کہ آلِ یٰسین میں یٰسین حضور نبی کریم ﷺ کا لقبِ مبارک ہے تو آلِ یٰسین سے آپ ﷺ کی آل مراد ہے۔[177]

یاسین نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے اسماء مبارکہ میں سے ہے آپ ﷺ کے اسمائے گرامی پر اہل سیرت نے ضخیم مواد لکھا ہے جہاں اسماء النبی ﷺ حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھے گئے وہاں حرفِ یاء میں آپ ﷺ کے ناموں میں یٰسین ضرور لکھا جاتا ہے اسی لیے آپ ﷺ کی آل کو اکثر آلِ یٰسین بھی لکھا جاتا ہے۔ صاحبِ روح البیان علامہ اسماعیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

---

175 (عظمتِ اہلبیت ص59)

176 (درِ منثور ج7، ص120 مطبوعہ دار الفکر) (خطبۂ اہلبیت ص60)

177 (روح المعانی ج23 ص142)

"﴿یٰسین والقرآن الحکیم﴾ میں یٰسین سے نبی ﷺ مراد ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہل بیتؑ کو عموماً آلِ یٰسین بھی کہاجاتا ہے جیسے یہ کہاجاتا ہے "آلِ طٰہٰ و یٰسین پر سلام ہو اور آلِ خیر الانبیاء پر سلام ہو"۔[178]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں (سلامٌ علیٰ الِ یاسین) ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔[179]

خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک متعدد معانی میں اتارا گیا ہے ایک آیت کے کئی تفاسیر اور کئی کئی معانی ہوتے ہیں اور سب درست ہوتے ہیں۔ اگر "سلامٌ علیٰ الیاسین" میں الیاسین سے حضرت الیاسؑ مراد ہوں تو بھی درست ہے اور اگر (آلِ یاسین) سے آپ ﷺ کی آلِ اطہار مراد ہوں تو بھی درست ہے۔ اس میں آلِ رسول ﷺ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ خود عزوجل ان کو سلام فرمارہا ہے قرآن پاک انہیں سلام کہہ رہا ہے ساری امت ان کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہی ہے سبحان اللہ۔

حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلہ:

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِيۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ﴾[180]

ترجمہ کنز الایمان: "اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں بیشک اللہ پاک بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔"

اس جگہ حسنہ سے یوں تو کوئی بھی نیکی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر نیکی پر اللہ پاک جزا دیتا ہے مگر حبر الامت مفسر قرآن محبِ غم خوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا ایک اہم نیکی کا بیان بھی آیا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

---

[178](روح البیان ج7ص364) (عظمت اہلبیت ص60)

[179](تفسیر ابن کثیر ص445 مکتبہ اسلامیہ)

[180] (شوریٰ 33:42)

"ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مراد ہے۔"[181]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے آیت مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى﴾۔ تو چونکہ پیچھے بھی حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ آرہا ہے یہاں بھی نیکی سے مراد حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔

مسکین ویتیم واسیر کو کھانا دینا:

آیات:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾

ترجمہ کنزالایمان: "اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں مانگتے۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔"

یہ آیت مبارکہ اپنے عموم کے اعتبار سے ہر آدمی کو شامل ہے جو اللہ کی محبت میں یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ تاہم اپنے شانِ نزول کے اعتبار سے اہل بیت کرام کی عظیم فضیلت بیان کرتی ہے۔

چند روایات ملاحظہ ہوں:

1. ((ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی۔))[182]

---

[181] (درمنثور ج7ص348) (عظمت اہلبیت، ص61)

2. ((تفسیر بغوی میں امام بغوی علیہ الرحمہ نے شانِ نزول کی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: مجاہد اور عطا نے ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری اس لیے کہ انہوں نے ایک یہودی کے لیے کچھ مزدوری کی اور اس سے جو کچھ حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر والوں (سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) نے ان جوؤں کا تیسرا حصہ پیس لیا اور اس سے کھانا تیار کیا جب کھانا پک گیا تو ایک مسکین نے آکر اللہ کے لیے کھانا مانگا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا دے دیا۔ دوسرے دن اپنی جوؤں کا ایک اور حصہ پکایا گیا جب وہ تیار ہوا تو ایک یتیم نے آکر کھانا مانگا انہوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ یہی عمل باقی جوؤں سے تیسرے روز ہوا تو مشرکین میں سے ایک قیدی (غلام) نے آکر کھانا طلب کیا تو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا اسے دے دیا اور خود بھوکے رہ گئے تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔))[183]

3. ((بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہوگئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت فضہ رضی اللہ عنہم نے ان شہزادوں کی صحت کے لیے تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ پاک نے دونوں شہزادوں کو شفا دے دی۔ جب نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کرلی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا گیا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن مسکین، ایک دن یتیم، ایک دن قیدی دروازے پر آگئے اور روٹیوں کا سوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں سائلوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کرکے اگلا روزہ رکھ لیا گیا (حضرت فضہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں) پھر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔))[184]

سبحان اللہ! اس واقعہ سے اہلِ بیتِ نبوت ﷺ کی سخاوت کا عجیب و غریب اور عدیم المثال حال معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل تین روزے اور سحری و افطاری میں صرف پانی پی کر روزہ رکھنا اور خود بھوکے رہ کر روٹیاں سائلوں کو دے دینا معمولی بات نہیں۔ اللہ اکبر کیا خوب کسی نے کہا ہے:

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد ﷺ کے گھر والے

---

[182] (در منثور جلد 10 ص 371)

[183] (تفسیر بغوی جلد 4 ص 91) (عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 63)

[184] (تفسیر خزائن العرفان ص 1043، پ 29 دھر 8,9)

4. ((ابن خلیفہ علیوی نے جامع النقول فی اسباب النزول میں سورہ دھر کے تحت لکھا ہے۔ کہ عطاء نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ایک بار کسی شخص کے باغ کو پانی لگانے کا کام کیا اور کچھ جو حاصل کیے۔ ایک دن ان میں سے ایک حصہ پسوایا اور گھر والوں نے اس سے خزیرہ تیار کیا (ایک قسم کا کھانا)۔ جب وہ کھانا تیار ہو گیا تو ایک مسکین نے آکر صدا لگائی اور کھانے کو کچھ مانگا، ان لوگوں نے وہ کھانا اسے دیدیا۔ دوسرے دن مزید سیر (جو) پسوا کر کھانا تیار کیا تو ایک یتیم آ گیا کھانا مانگا تو انہوں نے وہ کھانا اسے بھی دے دیا۔ تیسرے دن باقی ماندہ جو تیار کیے گئے تو مشرکوں میں سے ایک قیدی نے آکر کھانا مانگا، ان لوگوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔))[185]

سورہ دھر کی تقریباً تیرہ آیات ہیں جن میں اللہ پاک نے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے پر اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ تعریف فرمائی ہے اور درج ذیل اوصاف وانعامات ان کے لیے گنوائے ہیں:

1. یہ لوگ صرف خوشنودیِ خدا کے لیے مسکین، یتیم واسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔
2. اس کے بدلے میں وہ کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ شکریہ کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتے۔
3. وہ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ قیامت کے ہولناک دن میں کہیں پکڑ نہ ہو جائے (کہ کھانا کھا کر احسان نہ جھاڑا تھا)۔
4. اللہ پاک انہیں دوزخ اور قیامت کی ہر سختی سے بچالیا۔
5. ان کے چہرے بروزِ قیامت تر وتازگی اور مسرت سے جگمگاتے ہوں گے۔
6. انہیں جنتی ریشم پہنایا جائے گا۔ جملہ جنتی درختوں کے خوشے جھک جھک کر انہیں سلام عرض کریں گے۔
7. جنت میں وہ گاؤ تکیوں پر مسند آراء ہوں گے نہ وہاں گرمی ہو گی نہ سردی
8. علاماتِ جنت چاندی کے برتن اٹھائے ہوئے ان کے دائیں بائیں پھر رہے ہونگے۔
9. ان برتنوں میں انہیں ایسی شرابِ طہور پلائی جائے گی جس کا مزہ بہت ہی روح پرور ہو گا۔
10. انہیں سبز سندس واستبرق کے حلے پہنائے جائیں گے اور چاندی کے کنگن بھی۔

[185](اسباب النزول جلد 2 صفحہ 326 مطبوعہ مصر)(عظمتِ اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ صفحہ 64)

یہ ہے وہ مقام جو مولائے کائنات مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حسنِ مجتبیٰ اور سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہما کو جنت میں عطا فرمایا جائے گا۔[186]

(سبحان الله العظیم وبحمدہ)

حبل اللہ:(اللہ کی رسی)

آیت مبارکہ:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[187]

ترجمہ کنزالایمان:"اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا(فرقوں میں نہ بٹ جانا)۔"

حبل اللہ سے مراد:

((حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:"اللہ پاک کی وہ رسی ہم ہیں جس کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی نہ پھیلاؤ"))[188]

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب یہ آیتِ کریمہ پڑھتے:﴿اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ﴾[189] تو وہ لمبی طویل دعا فرماتے جو صحیفہ میں درج ہے اور درجاتِ عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور آئمہ دین اور شجرہ نبویہ کو ترک کرنے والے بدبختوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔ پھر ارشاد فرماتے: دوسرے لوگوں نے ہمارے مقام کو ناپنے کی جرأت کی ہے اور قرآن کی متشابہ آیات کہ جن سے دلیل پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث پاک میں جو چیز تسلیم شدہ ہے اس پر انہوں نے تہمت لگائی ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اس امت کے پیچھے کوئی

---

[186](عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ، ص64،65)

[187](سورہ آل عمران،3: 103)

[188](تفسیر ثعلبی پارہ4، آل عمران:103،3 / 163)

[189](توبہ:9: 119)

کہاں تک خوف کھاتا رہے۔ اس قوم کے نشانات مٹ گئے ہیں امت نے اختلاف و تفرقے کو لیا ہے اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا:

﴿اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح نشانیاں آنے کے بعد اختلاف اور تفرقہ کیا﴾[190]

آیت درود: نبی ﷺ اور آلِ نبی ﷺ پر درود و سلام:

آیت:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

سوال: اب ایمان والے کیسے نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر درود و سلام بھیجیں؟ اس کا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا۔ ((بخاری شریف کی روایت کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے تو فرمایا کیا میں تجھے ایک تحفہ نہ دوں؟ جو میں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ مجھے ضرور ہدیہ فرما کر عنایت کیجیے۔ کیا ہے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی زبان سے یہ تو بتادیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے پڑھیں چنانچہ ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پڑھتے ہیں مگر ہمیں درود پڑھنے کا پتہ نہیں۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

---

[190] (سورہ آل عمران، 3: 105)

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردہ فیہم ص: 151؛ کتب خانہ مجید ملتان)

ترجمہ: "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج جیسے تونے ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود بھیجا بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد اور آل محمد پر برکت فرما جیسے تونے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے۔")) [191]

تو اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد و آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام پڑھتے رہنا چاہیے۔

آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہترین و افضل مصداق:

سادات کرام خصوصاً حسنی و حسینی سادات کرام آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین و افضل مصداق ہیں کیونکہ جتنا کسی کا حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق ہو گا وہ اسی قدر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے کا زیادہ حقدار ہو گا۔ باقی ساری امت کا تعلق ایمانی اور اعتقادی ہے لیکن بنو ہاشم و بنو عبد المطلب کا تعلق ایمانی بھی ہے اور نسبی بھی پھر ان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق سب سے زیادہ ہے اس لیے کہ لفظ آل مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے کسی شخص کے گھر والوں کو بھی آل کہتے ہیں اور اولاد کو بھی آل کہا جاتا ہے خاندان والے بھی آل کہلاتے ہیں اور کسی شخص کے پیروکاروں کو بھی آل کہا جاتا ہے تو سوائے علی، سیدہ فاطمہ اور سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے ہر معنی میں آلِ رسول میں وہ آپ کے اہل بیت بھی ہیں اور اولاد بھی ہیں اور خاندان کے اہم ترین افراد بھی ہیں اور پیروکار بھی۔

جب آلِ محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے تو اہل بیت رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے بھی وہ اس درود کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور اولاد ہونے کے اعتبار سے بھی خاندان ہونے اور پیروکار ہونے کے حوالے سے بھی۔ [192]

لوگوں کو درود پڑھنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ فقیر کسی کے دروازے پر مانگنے جاتا ہے تو گھر والوں کی اولاد اور مال کی دعائیں مانگتا ہے یا جاتا ہے، مانگ مانگ کر آباد رہے، بچے زندہ رہیں، سلامت رہیں۔ مالک سمجھ جاتا ہے کہ یہ تہذیب والا بھکاری ہے مانگنا چاہتا ہے مگر پیارے لہجوں کی خیر مانگ رہا ہے۔ یہاں حکم دیا گیا کہ اے مسلمانو! جب تم میرے پاس کچھ مانگنے کے لیے آؤ تو میرے اولاد سے پیار میں گھر پیار دینا حبیب ہے محمد رسول اللہ ﷺ اس کے اہل بیت و احباب کی خیر مانگتے ہوئے ان کو دعائیں دیتے ہوئے

---

[191] (بخاری شریف جلد اول صفحہ 477 کتاب الانبیاء) (عظمت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص 47)

[192] (عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ، ص: 56)

آؤ تو جن رحمتوں کی ان پر بارش ہو رہی ہے ان کا ایک قطرہ تمہاری جھولی میں ڈال دیا جائے گا۔ درود پڑھنا حقیقت میں رب سے مانگنے کی ایک ترکیب ہے۔ [193]

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

تفسیر صراط الجنان میں ہے کہ آل پاک کے ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں یعنی درود شریف میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اہل بیت کو بھی شامل کیا جائے۔ [194]

((فرمان مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم ہے کہ ہر شخص کی دعا رد نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ محمد اور آل محمد ﷺ پر درود پاک پڑھے)) [195]

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد ﷺ

تم سے جہاں کا نظام، تم پہ کروڑوں سلام

تم پہ کروڑوں ثنا، تم پہ کروڑوں درود

---

[193] (شان حبیب الرحمن ص 189 مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

[194] (تحت الآیہ سورہ الاحزاب آیت درود)

[195] (معجم اوسط، ج 1، ص 211، حدیث 721)

فصل دوم:

شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں وارد احادیثِ مبارکہ

اہلبیتِ کرام کی مثال:

((حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا: کہ میں نے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ "آگاہ رہو! تم میں میرے اہل بیت کی مثال جنابِ نوحؑ کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا"))[196]

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سمندر کا مسافر کشتی کا بھی حاجت مند ہوتا ہے اور تاروں کی رہبری کا بھی، کہ جہاز ستاروں کی رہنمائی پر ہی سمندر میں چلتے ہیں۔ اسی طرح امتِ مسلمہ اپنی ایمانی زندگی میں اہل بیتِ اطہار کی بھی محتاج ہے اور صحابہ کرام کی بھی حاجت مند ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی[197]

(ناؤ: کشتی)

قرآنِ کریم اور اہل بیتِ کرام علیہم الرضوان:

نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ، أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي)) [198]

---

[196] (المستدرک، ج3 ص81 حدیث نمبر 3365)
[197] (حدائق بخشش ص153)
[198] (مسلم ص1008، حدیث 6225)

"میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی تو اللہ پاک کی کتاب (یعنی قرآنِ کریم) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم اللہ پاک کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ پاک کی یاد دلاتا ہوں"

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: معنیٰ یہ ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کی شان کے حوالے سے اللہ پاک سے ڈراتا ہوں، اور تم سے کہتا ہوں کہ تم اللہ پاک سے ڈرو انہیں تکلیف نہ دو بلکہ ان کی حفاظت کرو۔[199]

مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس سے مراد کہ اہل بیت کی نافرمانی، بے ادبی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔ خیال رہے حضراتِ صحابہ کرام اور اہل بیت کی لڑائیاں جھگڑے عداوت و بغض کے نہ تھے بلکہ اختلافِ رائے کے تھے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اختلافِ رائے یوسف علیہ السلام کے متعلق یا جناب سارہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف رائے حضرت ہاجرہ سے، لہذا وہ نہ کفر ہے نہ الحاد۔[200]

حب اہل بیت ، آل محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے
کر شہیدِ عشق، حمزہ پیشوا کے واسطے[201]

دوسری حدیث مبارکہ: ((حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آپ کے حج میں عرفہ کے دن دیکھا جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی (مبارک) اونٹنی قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، اللہ پاک کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت رضی اللہ عنہم ")) [202]

عترت کے لغوی معنی ہیں: قوم، اقارب، قریبی لوگ، ایک دادا کی اولاد اور گھر والے۔

---

[199] (شرح طیبی ج11 ص296 تحت الحدیث 614)
[200] (مرآۃ المناجیح جلد8، ص417)
[201] (حدائق بخشش 150)
[202] (ترمذی ج5 ص433 حدیث نمبر 3811)

اھلِ بیتی فرما کر تفسیر فرمادی عترت کی کہ یہاں عترت سے مراد اہل بیت ہیں۔ اور ان کو پکڑنے سے مراد ان کا احترام کرنا، ان کی روایات پر اعتماد کرنا، ان کے طریقوں پر عمل کرنا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف اہل بیت ہی کو پکڑو باقی چھوڑ دو۔ اہل بیت امت کے لیے کشتی اور صحابہ رضی اللہ عنہم امت کے لیے ستارے ہیں۔

اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ازواج پاک ہوں یا اولاد سب ہدایت پر رہیں گے کبھی گمراہ یا بے راہ نہ ہوں گے۔ بعض شارحین نے کہا کہ اہل بیت کی اطاعت ان احکام میں ضروری ہے جو خلاف شرع نہ ہوں مگر حق یہ ہے کہ وہ حضرات خود خلاف شرع کوئی کام نہ کرتے ہیں نہ اس کا حکم دیتے ہیں۔[203]

بروز قیمت ایک ہی جگہ:

((حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کو تشریف لائے اور ہمارے ہاں رات آرام فرمایا۔ حسن و حسین سوئے ہوئے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رات پینے کو مانگا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہمارے گھر ایک بکری تھی اسکا دودھ ایک پیالے میں دوہنے لگے اور دودھ نکال کر انکو پلانے لگے۔ اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقاضا کیا اور دودھ والا پیالہ پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ علیہ السلام نے انہیں روک دیا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہانے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لگتا ہے حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ صرف یہ بات ہے کہ حسن نے پہلے پینے کو مانگا تھا اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اٹھایا۔))

((میں اور تم اور یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) اور یہ سونے والا یعنی حضرت علی، ہم سب روزِ قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے))[204]

اہلِ جنت کے سردار:

---

[203] (مرآۃ المناجیح جلد 8 صفحہ 25, 424)

[204] (طبرانی، مسند احمد بن حنبل بحوالہ کنز العمال جلد 3 صفحہ 39) (فضائل اہلبیت رسول ﷺ ص 66)

((روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جاؤں آپ کے ساتھ مغرب پڑھوں اور آپ سے عرض کروں کہ میرے اور تمھارے لیے دعائے مغفرت کریں۔ خیر میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مغرب پڑھی حتیٰ کہ عشاء پڑھی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس ہوئے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری آواز سنی تو فرمایا تمھاری کیا حاجت ہے اللہ عزوجل تمھیں اور تمھاری ماں کو بخشے۔ یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنتی لوگوں کی بیویوں کی سردار ہیں اور حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔))[205]

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ جوانی میں وفات پائیں اور ہوں جنتی تو حضرات حسنین کریمین ان کے سردار ہیں ورنہ جنت میں تو سبھی جوان ہوں گے۔ لہٰذا آپ دونوں بوڑھوں کے سردار نہیں کیونکہ کوئی بھی جوانی میں دنیا سے تشریف نہیں لے کر گئے۔

اسی طرح سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا جنتی مومنین کی بیویوں کی سردار ہیں لہٰذا البتہ لازم یہ نہیں آتا کہ آپ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی سردار ہوں کیونکہ وہ تو سید الانبیاء کی زوجہ مطہرہ ہیں۔[206]

دو پھول:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا))

"حسن و حسین یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں"[207]

---

[205](مشکوٰۃ شریف)

[206](مرآۃ المناجیح جلد 8 صفحہ 436)

[207](بخاری جلد 2 ص 547 حدیث 3753)

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس فرمانِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ حسن و حسین دنیا میں جنت کے پھول ہیں جو مجھے عطا ہوئے انکے جسم سے جنت کی خوشبو آتی ہے اسلیئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام انہیں سونگھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے السلام علیک یاابا ریحانتین۔ اے دو پھولوں والے تم پر سلام۔

جیسے باغ والے کو سارے باغ میں پھول پیارا ہوتا ہے ایسے ہی دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرات حسنین کریمینؓ پیارے ہیں۔ اولاد پھول ہی کہلاتی ہے سارے نواسوں نواسیوں میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ دونوں فرزند بہت پیارے تھے۔ (اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں)

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

زیادہ پیارا کون؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہلِ بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے فرمایا حسن اور حسین۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بچوں کو بلاؤ پھر انہیں سونگھتے اور اپنے سے لپٹا لیتے))[208]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کون شخص نبی پاک ﷺ کو سب سے پیارا تھا آپ نے فرمایا: فاطمہ۔ پھر کہا گیا مردوں میں سے فرمایا: انکے خاوند[209]

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو سب سے زیادہ پیاری میں تھی اور میرے والد۔ بلکہ انکے علم میں جو حق تھا وہ صاف صاف کہہ دیا۔ اگر یہی سوال

---

[208](مشکوۃ شریف ج2 حدیث نمبر)

[209](مشکوۃ شریف ج2 حدیث نمبر)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوتا تو آپ فرماتیں کہ حضور کو زیادہ پیاری جناب عائشہ رضی اللہ عنہا تھی پھر انکے والد۔ معلوم ہوا کہ انکا دل بالکل پاک وصاف تھا افسوس ان پر جو انکو ایک دوسرے کا دشمن کہتے ہیں۔

خیال رہے کہ محبت کی قسم کی ہے اور محبوبیت کی نوعیتیں مختلف ہیں اولاد میں سب سے زیادہ پیاری جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا، بھانجوں (نواسوں) میں سب سے پیارے مولا علی رضی اللہ عنہ کے شہزادے اور ازواج پاک میں سب سے پیاری جناب عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ غرضیکہ اپنی محبت کے سلسلہ میں جناب فاطمہ بہت پیاری، دوسرے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت پیاری۔ مقابلہ اپنی اپنی سلکِ افراد میں ہوتا ہے۔[210]

صحابہ واہل بیت سے محبت:

((حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہو گا جو میرے صحابہ اور اہل بیت سے زیادہ محبت کرنے والا ہو گا")) [211]

حضرت علامہ عبد الرؤوف مناوی علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ فضیلت اس لیے ہے کہ جس مسلمان کے دل میں صحابہ اور اہل بیت دونوں کی محبت جمع ہو گئی اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا، تو وہ پکا مؤمن ہے۔

مزید لکھتے ہیں: یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پل صراط سے مراد دینِ اسلام ہو۔ یعنی تم میں سے زیادہ دین پر ثابت قدم وہ ہو گا جو صحابہ واہل بیت سے سب سے زیادہ پیار کرنے والا ہو گا۔

لٰہذا حدیث پاک سے یہ نتیجہ نکلا کہ صحابہ واہل بیت کی محبت ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس محبت سے مراد ایسی محبت ہے جو کسی شرعی مخالفت کی طرف نہ لے جاتی ہو۔ (مثلاً صحابہ کرام کی محبت میں معاذ اللہ اہل بیتِ کرام کے بارے میں بدگمانی یا اہل بیتِ پاک کی محبت میں معاذ اللہ صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں)۔[212]

---

[210] (مراۃ المناجیح ج8، ص426)

[211] (جامع الجوامع ج1، صفحہ 86، حدیث پاک 454)

[212] (فیض القدیر ج1، ص192، حدیث پاک 159)

اللہ عزوجل سے سوال:

((حدیث پاک میں ہے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "اے بنی ہاشم! بیشک میں نے اللہ پاک سے تمہارے لیے سوال کیا کہ وہ تمہیں بہادر، دلیر اور رحم دل بنائے اور میں نے سوال کیا کہ وہ تمہارے بھولے ہوؤں کو راہ دکھائے اور وہ تمہیں ڈرنے والوں میں امن عطا فرمائے اور وہ تمہارے بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلائے۔ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ان میں سے کوئی مؤمن (کامل) نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت کرے")) سبحان اللہ![213]

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بدلہ دیں گے:

((حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اولادِ عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں بھلائی کرے، اس کا بدلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے گا"))[214]

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ان شاء اللہ! قیامت کا دن وہ سخت ضرورت، سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور بے صلہ و عملوں کو محمد رسول اللہ ﷺ سا صاحب التاج، خراجات کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال (مالا مال) فرما دیں۔ ایک نگاہِ لطف انکی جملہ مہماتِ دو جہاں کو (دونوں جہاں کی مشکلات کے حل کے لیے) بس ہے، بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ و انفس (بہترین) ہے، جسکی طرف کلمہ کریمہ "اِذَا لَقِیَنِیْ" (جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے) اشارہ فرماتا ہے بلفظ "اِذَا" تعبیر فرمانا (یعنی جب ملاقات کرنا) محمد اللہ روزِ قیامت وعدہ وصال و دیدارِ محبوبِ ذی الجلال ﷺ کا مژدہ سناتا ہے (یعنی سیدھوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو قیامت کے روز تاجدارِ رسالت ﷺ کی زیارت و ملاقات کی خوشخبری ہے) مسلمانو! اور کیا درکار ہے؟ دوڑو اس دولت و سعادت کو لو۔ و باللہ التوفیق۔

---

[213](معجم اوسط ج8، صفحہ 373، حدیث نمبر 7757)

[214](تاریخ بغداد ج10، ص102)

مزید اس موقع پر فرماتے ہیں میں کہتا ہوں: بڑے مال والے اگر اپنے خالص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضراتِ علیا کی خدمت نہ کریں تو ان کی اپنی (مالداروں کی) اپنی بد بختی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات سے جو اکرم ﷺ کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوانہ ملے گا، کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقے میں، انہیں کی برکات سے ملا ہوا، جیسے غنیمت چھوڑ کر گئے ویسے ہی خالی ہاتھ زیرِ زمین جانے والے ہیں۔ ان (ﷺ) کی خوشنودی کے لیے ان پاک مبارک ہستیوں پر اس کا حصہ صرف کیا کریں کہ اس سخت حاجت کے دن (یعنی بروزِ قیامت) اس جواد و کریم ورؤف ورحیم ﷺ کی بھاری انعاموں، عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔[215]

اہلبیت کرام سے دشمنی و بغض:

- ((نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، ہمارے اہل بیت سے بغض رکھنے والے کو اللہ پاک جہنم میں داخل کریگا"))[216]
- ((جس نے ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے))[217]
- ((جو شخص ہم سے بغض یا حسد کرے گا، اسے قیامت کے دن حوضِ کوثر سے آگ کے چابکوں سے دور کیا جائے گا))[218]
- ((اللہ پاک اس بندے پر سخت غضب فرمائے گا جس نے میری آل کو تکلیف پہنچائی))[219]

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنان اہل بیت[220]

---

[215](فتاویٰ رضویہ ج10 ص105)
[216](المستدرک ج4 ص131 حدیث نمبر 4771)
[217](فضائل صحابہ لامام احمد بن حنبل ج2 ص661 حدیث نمبر 1126)
[218](معجم اوسط ج2 ص33 حدیث 2405)
[219](جامع الصغیر ج1 ص410 حدیث نمبر 3059)
[220](ذوق نعت)

اللہ پاک کی لعنت:

((نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ عزوجل اور میرے ان چھ افراد پر لعنت فرمائی ہے: اللہ پاک کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (2) تقدیر کو جھٹلانے والا (3) زور زبردستی سے حاکم بننے والا اس شخص کو عزت دینے والا جسے اللہ پاک نے ذلیل کیا ہو اور اس کو ذلیل کرنے والا جسے اللہ پاک نے عزت عطا فرمائی ہو (5) اللہ پاک کی حرام کی ہوئی شے کو حلال کرنے والا (6) میری آل کے معاملے میں اس شے کو حلال سمجھنے والا جس کو اللہ پاک نے حرام کیا ہو اور میری سنت کو چھوڑنے والا")) [221]

مقام وسیلہ:

((حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک درجہ ہے جسے وسیلہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے دعا کرو تو میرے لیے وسیلہ مانگا کرو (یہ درجہ مانگا کرو) صحابہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس درجے میں آپ کے ساتھ بھی کوئی اور ہو گا؟ فرمایا: علی و فاطمہ اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہم)")) [222]

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام [223]

قیامت کے دن چار چیزوں کا سوال:

((رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "روزِ قیامت کوئی بندہ قدم بھی نہیں بڑھا سکے گا جب تک اس سے ان چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے گا: اپنی ساری عمر کس طرح صرف کی؟ (2) اپنا جسم و بدن کہاں ناتواں کیا؟ مال کسی راستہ سے کمایا اور کس کام میں خرچ کیا؟ ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں، کہ تھی یا نہیں؟")) [224]

---

[221] (ترمذی شریف جلد 4 صفحہ 61 حدیث پاک 2161)

[222] (ابن مردویہ، کنز العمال جلد 12 صفحہ 640) (عظمت اہل بیت رسول ﷺ ص 67)

[223] (حدائق بخشش ص 314)

شانِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا:

- ((رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن عرش کی گہرائیوں سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد ﷺ کے پل صراط سے گزرنے تک اپنے سروں کو جھکالو اور اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ آپ رضی اللہ عنہا پل صراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو حور العین میں سے ہونگی، بجلی کی چمک کی مانند گزر جائیں گی")) [225]
- ((میرے اہلِ بیت میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں)) [226]
- ((نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو")) [227]
- ((فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا)) [228]

نسبت کا فائدہ:

((حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں کا کیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت (رشتہ داری) فائدہ نہ دے گی۔ ہر تعلق اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ و تعلق ختم نہ ہو گا کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے"))

سبحان اللہ العظیم و بحمدہ۔ [229]

---

[224] (کنز العمال ج7 ص212) (احیاء المیت بفضائل اہل البیت کمپوزنگ المرسل طبع اول 2006 مطبع لیلیٰ ص78) (مجمع الزوائد ج10 ص346)

[225] (الصواعق المحرقہ ص492 الکویت پبلشرز لاہور اشاعت مارچ 2014ء)

[226] (الصواعق المحرقہ ص493)

[227] (الصواعق المحرقہ ص494)

[228] (صحیح بخاری ج 1 ص658 حدیث پاک نمبر 3714)

[229] (مجمع الزوائد ج8 ص398 حدیث نمبر 13827)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راضی ہونا:

((حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور ان پر ایک چادر بچھائی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بیٹھ گئے اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی بیٹھ گئے، پھر پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چادر کے کنارے آپس میں ملا دیئے اور فرمایا: "اے اللہ! ان سے یونہی راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں")) [230]

جنکے لئے رسول اللہ ﷺ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ ان سے راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں ان کی عظمت کا کیا کہنا۔ رسول خدا ﷺ کی دعا مقبول ہے اللہ ان سے راضی ہے اور اس رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی رضا واحکام میں ہی توفیق دی۔ کوئی کام ان سے ایسا نہ ہوا جو مرضی الٰہی کے خلاف ہو۔

حسین مجھ سے ہے:

((نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ پاک اُس سے محبت فرماتا ہے جو حسین سے محبت کرے، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے")) [231]

مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں اور حسین گویا ایک ہی ہیں، ہم دونوں سے محبت ہر مسلمان کو چاہیے، مجھ سے محبت حسین سے محبت ہے اور حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے، کیونکہ آئندہ واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر تھے اس لیے اس قسم کی باتیں امت کو سمجھائیں۔

سبط وہ درخت ہے جس کی جڑ ایک ہے اور شاخیں بہت۔ میرے حسین سے میری نسل چلے گی اور اس کی اولاد سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے۔ دیکھ لو آج ساداتِ کرام مشرق و مغرب میں ہیں اور یہ بھی دیکھ لو کہ حسنی سید تھوڑے ہیں حسینی سید بہت زیادہ ہیں اس فرمانِ عالی کا ظہور ہے۔ [232]

---

[230] (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 176 مناقب اہل بیت رسول اللہ ﷺ) (عظمتِ اہل بیت رسول اللہ ﷺ ص 71)

[231] (ترمذی شریف / 429 حدیث نمبر 3800)

حسنین کریمین شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

((روایت میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سینے اور سر کے درمیان جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ سینے سے نیچے کے حصے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے))[233]

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حُسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا[234]

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اس حدیث کی بحث میں فرماتے ہیں: سیدہ کائنات بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سر تا بقدوم بالکل ہم شکلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور آپ ﷺ کے دونوں شہزادوں میں یہ مشابہت تقسیم کر دی گئی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قدری مشابہت بھی بڑی اللہ پاک کی نعمت ہے بلکہ جو اپنے کسی عمل کو حضور ﷺ کے مشابہ کر دکھائے اسے بخشش ہو جاتی ہے تو جسے اللہ پاک اپنے محبوب کا مشابہ کر دے اس کی محبوبیت کا عالم کیا ہو گا۔[235]

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین　　　اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اک سایہ کے دو حصے کیے　　　آدھے حسن بنے ہیں اور آدھے حسین[236]

---

[232] (مرآۃ المناجیح جلد 8 ص 480)
[233] (ترمذی 5 / 430 حدیث 3804)
[234] (حدائق بخشش)
[235] (مرآۃ المناجیح جلد 8 ص 480)
[236] (حدائق بخشش)

فصل سوم:

شانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم اقوالِ علماء کی روشنی میں

امام شافعی علیہ الرحمہ:

امام شافعی علیہ الرحمہ اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی تعریف میں بہترین اشعار کہے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"اے اہلِ بیتِ رسول ﷺ! تمہاری محبت اللہ پاک کی طرف سے فرض ہے جو اللہ عزوجل نے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔ تمہاری بلند مرتبہ عزت و توقیر کیلئے یہ کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اسکی کوئی نماز نہیں۔"

یعنی قرآن میں اللہ پاک نے ﴿الا المودۃ فی القربیٰ﴾ فرما کر اہلِ بیت کی محبت ضروری فرمادی اور جو شخص نماز میں خواہ وہ نفل ہو سنت ہو یا واجب ہو یا فرض "اللھم صل علی محمد و علی آل محمد" کہہ کر حضور ﷺ اور آلِ رسول پر درود نہ پڑھے اسکی نماز ناقص ہے۔[237]

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں: اہلِ بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو میسر نہ کرو کیونکہ اہلِ بیت میں اہلِ سیادت ہیں (سرداری والے ہیں)۔ ان کا بغض انسان کیلئے واقعی بہت بڑی فضیلت ہے جبکہ انکی محبت عبادت ہے۔[238]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ:

اہلسنت پر محبتِ اہلِ بیت نہ رکھنے کا گمان کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک تو یہ محبت جزوِ ایمان ہے اور وہ سلامتیِ خاتمہ کو اس محبت سے مشروط سمجھتے ہیں۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ محبتِ اہلِ بیت تو اہلِ سنت کا سرمایہ حیات ہے لوگ یہ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حدِ اوسط ہے جو حق و صداقت کا معیار ہے اور وہ اہلِ سنت کے حصے میں آئی ہے۔[239]

---

[237](دیوانِ شافعی: 323، باب آلِ بیت الرسول ﷺ) (عظمت اہل بیت رسول ﷺ ص109)

[238](عظمتِ اہلِ بیتِ رسول ﷺ ص110)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آلِ پاک اور انکے حقوق کی تائید کے متعلق حدیثیں حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔[240]

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ شانِ اہلبیت میں بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ کے اہلِ بیت کرام علیہم الرضوان کی پانچ باتوں میں آپ ﷺ کے ساتھ شراکت ہے:

1. سلام میں: جیسا کہ حدیث پاک میں ہے نبی پاک ﷺ نے اہلِ بیت کرام علیہم الرضوان کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو: "یعنی آپ پر سلام ہو!" جبکہ (قرآن پاک میں) اللہ پاک نے بھی (اہلِ بیت رسول ﷺ کے لیے) ارشاد فرمایا: ﴿سلامٌ علیٰ ال یٰسین﴾ (ال یٰسین آل رسول ﷺ)۔
2. تشہّد کی صلاۃ (درود شریف) میں۔
3. طہارت میں: جبکہ اللہ پاک نے سرورِ کونین ﷺ کی شان میں فرمایا ہے: "اے طاہر"۔ نیز دوسری جگہ اہلِ بیت رسول کے لیے ارشاد فرمایا: ﴿اے نبی کے گھر والو! اللہ پاک تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کرنا چاہتا ہے﴾۔
4. اسی طرح صدقہِ واجبہ کی تحریم میں۔
5. اور محبت میں شراکت کے لیے ارشاد فرمایا: ﴿اگر تم اللہ پاک سے محبت کرتے ہو تو رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرو!﴾ جبکہ (اہلِ بیت کرام کے حق میں ارشاد فرمایا) کہ ﴿تم فرمادو کہ میں اس پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے قرابت داروں کی محبت کے!﴾[241]

---

[239](ایضاً ص 111)

[240](فتاویٰ رضویہ جلد 24 ص 433)

[241](عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام ص:120-ناشر: ادارہ اہلِ سنت کراچی اشاعت 2021ء)

قرآن میں ذکرِ حسن وحسین:

پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا۔ اُس نے کہا: آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن شریف میں تمام چیزوں کا ذکر ہے ہر بات اسکے اندر تفصیل سے موجود ہے تو امام حسین رضی اللہ عنہ تو آپ کے نبی کے نواسے ہیں اور اسلام کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی، کربلا کے میدان میں سب کچھ لٹا دیا لیکن ان کا ذکر تو قرآنِ مجید میں موجود نہیں ہے۔

پیر مہر علی شاہ نے اس انگریز پادری کا اطمینان کے ساتھ اعتراض سنا اور آپ نے فرمایا: کیا آپ نے قرآن شریف پورا پڑھا ہے؟ تو پادری کہتا ہے: جی ہاں! میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور قرآن میں اپنی جیب میں رکھ کر گھومتا ہوں چھوٹے سائز کا قرآن ایک تھا وہ قرآن ساتھ ہی رکھتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اچھا ایسا کرو کہ میرے سامنے قرآن پڑھو۔ تم پڑھتے ہو: امام حسین کا قرآن میں ذکر نہیں ہے میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ذکر ہے؟ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے پادری سے کہا قرآن پڑھو اور جہاں سے دل چاہتا ہے وہاں سے پڑھ لو۔ یہ سن کر پادری حیران رہ گیا۔ اب تلاوت شروع کرنے سے پہلے اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، بر ہبر علی شاہ نے فرمایا: بس رک جاؤ۔ تم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی ہے، اب غور سے سنیے۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ شریف کے علم الاعداد کے لحاظ سے 786 اعداد ہیں۔ آپ بھی جانتے ہونگے کہ بسم اللہ کے 786 اعداد بنتے ہیں۔ اب ذرا دیکھئے۔

- لفظ "امام حسین" کے 210 عدد ہیں (210)
- امام حسین کی پیدائش 4 ہجری ہے (4)
- امام حسین کا سن شہادت 61ھ ہے (61)
- لفظ "کرب وبلا" کے 261 عدد بنتے ہیں (261)
- امام حسن کے 200 عدد بنتے ہیں (200)
- امام حسن کا سن شہادت 50ھ ہے (50)

سب ٹوٹل کرنے سے جواب 786 آتا ہے۔ اللہ اکبر! جب پادری نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر کا یہ انداز میر مہر علی شاہ سے سنا تو اسکا دل نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

مولا علی کے علم کی شان:

((نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:"میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں"))۔

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے اتنی کتابیں بن جائیں گی کہ 70 اونٹوں پر اسکو لادا جائے گا۔" سبحان اللہ العظیم وبحمدہ۔ یہ آپکے مبارک علم کی شان ہے۔

خلاصہ کلام

ہمارادینِ اسلام نسبتوں کا دین ہے اگر قرآن پاک واحادیث مبارکہ کا مطالعہ کیاجائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مقدس ہستیوں سے نسبت رکھنے والی چیزیں اللہ پاک کی نظر میں بھی محبوب وپسندیدہ ہوتی ہیں۔ جیسے تابوتِ سکینہ، صفاو مروہ، مقامِ ابراہیم، مسجد نبوی شریف وغیرہ۔

اسی طرح نسبت والی شخصیات کا مرتبہ دینِ اسلام میں دوسروں سے ممتاز ہے اس کی بڑی مثال صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں ان کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت سے نسبت ہے جن کے لیے قرآن پاک میں ﴿ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ﴾ کے الفاظ، ﴿ وَ كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ اور ﴿ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾[242] آیا۔ اسی طرح ازواجِ پاک کو بھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت ہے ﴿ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾[243] کہ ان کو مومنوں کی ماؤں کا مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت سے ملا ہے۔

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾[244] ان کی شانِ بلندی ہے، یہ مرتبہ بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت سے ملا۔

اولاد کی نسبت:

اللہ عزوجل نے قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہماالصلاۃ والسلام کی قوم اور اس کے درمیان کے جتنے افراد وغیرہ ہوئے سب کو بنی اسرائیل کہہ کر خطاب فرمایا﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾[245] اے بنی اسرائیل۔ بنی کا مطلب ہے بیٹے اور اسرائیل یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ اور یہ اللہ کا نبی جس میں حضرت ابراہیم کے پوتے حضرت اسماعیل کے بھتیجے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت موسیٰ وعیسیٰ اور ان کے درمیان کی قوموں کو جو ٹائٹل دیا گیا اے یعقوب کے بیٹو! اللہ پاک نے خود ان کی نسبت

---

[242] (سورہ الفتح:29)

[243] (سورہ الاحزاب:6)

[244] (سورہ الاحزاب:32)

[245] (سورہ البقرہ:40)

ساتھ الفاظ کے ذکر فرمایا کیوں کہ حضرت یعقوب کی اولاد ہونا یہ خود باعثِ شرف تھا تو اگر یعقوب کی اولاد ہونا باعثِ شرف ہے تو پھر بتایئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہونا کتنا باعثِ شرف ہو گا۔

گویا کہ اہلبیتِ کرام کی شان و عظمت بلندی، اور یہ شان و عظمت کی بلندی حضور کی وجہ سے ہی میسر آئی۔

ان کو پکڑنے والا گمراہ نہیں ہو گا کیوں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کو پکڑنے کا فرمایا۔ امام کبیر الدین حسن بن محمد طیبی فرماتے ہیں کہ عترتِ رسول سے تمسک سے مراد ان سے محبت کی جائے اور ان کی ہدایت اور سیرت سے ہدایت لی جائے۔[246] فرماتے ہیں: اہل بیت کو پکڑنے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مضبوط محبت کی جائے کسی حرمت و تعظیم کی پوری حفاظت کی جائے ان کی روایات پر عمل اور ان کے مقالات پر اعتماد کیا جائے لہٰذا یہ بات کے منافی نہیں کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے سے بھی سنت نبوی کا فیض لیا جائے کیونکہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔[247]

معلوم ہوا کہ اللہ عزو جل نے اہل بیت کرام کو خصوصی فضیلت، پاکیزگی اور عزت سے نوازا ہے قرآن پاک کی متعدد آیات اور رسولِ کریم کی صحیح احادیث اہل بیت کرام کی شان پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ ان سے محبت اور ان کا احترام دینِ اسلام کا تقاضا ہے اور ایمان کا جزو ہے۔ لہٰذا امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کرام کی سیرتِ طیبہ کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اتحاد، تقویٰ اور اخلاقِ حسنہ کو فروغ دیں۔

---

[246] (طیبی شرح مشکوۃ جلد 11 صفحہ 298 مطبوعہ ادارہ اسلامی بحریہ)

[247] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 11 ص 385 مطبوعہ ملتان)(عظمت اہل بیت رسول ﷺ ص 268)

نتائج

اس تحقیق کے نتائج سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل بیت کرام کو قرآن و سنت میں غیر معمولی فضیلت حاصل ہے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ اہل بیت کی طہارت، عظمت اور محبت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا موقف اہل بیت کے حوالے سے نہایت متوازن اور معتدل ہے مزید یہ کہ اہل بیت کی سیرت امتِ مسلمہ کے لیے اخلاقی استحکام، روحانی تربیت اور اتحاد کا مضبوط ذریعہ ہے۔

سفارشات

اس تحقیق کی روشنی میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ اہل بیت کرام کی عظمت و فضائل کو قرآن و سنت کے مستند دلائل کے ساتھ فروغ دیا جائے۔

تعلیمی اور تربیتی اداروں میں ان کی سیرت کو شامل کیا جائے اور غلو و افراط سے بچتے ہوئے اعتدال پر مبنی منہج اپنایا جائے۔ مزید یہ کہ اہل بیت کی مشترکہ محبت کو امتِ مسلمہ کے اتحاد اور اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ بنایا جائے۔

عوام و طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ اہل بیت کرام کے فضائل کے سلسلے میں مستند مصادر کی طرف رجوع کریں۔

ان کی مبارک زندگیوں سے حاصل ہونے والی رہنمائیوں و اسباق کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

تمت بالخیر

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

جاں ہماری اور قلب و روح و تن — ہو فدا ہر نقشِ پائے پنجتن

مصطفیٰ و مرتضیٰ و فاطمہ — مجتبیٰ اور پھر شہیدِ کربلا

جانِ فدا ہر اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ — فاطمہ، حسن و حسینِ مجتبیٰ

فہرست آیاتِ قرآنی

فہرست احادیثِ مبارکہ

فہرست ماخذ و مراجع

* ابن حجر هیتمی، احمد بن محمد. الصواعق المحرقة. مترجم: عبد المصطفیٰ محمد مجاهد. لاهور: فرید بك سٹال، 2014.
* ابن حبان، محمد. صحیح ابن حبان. بیروت: مؤسسة الرسالة.
* ابن سعد، محمد. الطبقات الکبریٰ. بیروت: دار صادر.
* ابن عساکر، علی بن حسن. تاریخ مدینة دمشق. بیروت: دار الفکر.
* ابن کثیر، اسماعیل بن عمر. تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر). لاهور: مکتبة اسلامیه.
* ابن هشام، عبد الملك. السیرة النبویة. تحقیق: مصطفیٰ السقا و دیگرون. قاهرة: مکتبة مصطفیٰ البابی الحلبی.
* احمد بن حنبل، امام. فضائل الصحابة. تحقیق: وصی الله بن محمد عباس. بیروت: مؤسسة الرسالة.
* احمد بن حنبل، امام. مسند الامام احمد بن حنبل. تحقیق: شعیب الأرناؤوط و دیگرون. بیروت: مؤسسة الرسالة.
* البخاری، محمد بن اسماعیل. الصحیح (صحیح البخاری). کراچی: ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
* البغوی، حسین بن مسعود. معالم التنزیل (تفسیر البغوی). تحقیق: عبد الله النمر و دیگرون. ریاض: دار طیبة.
* الترمذی، محمد بن عیسیٰ. الجامع الصحیح (سنن الترمذی). تحقیق: احمد محمد شاکر و دیگرون. قاهرة: مکتبة مصطفیٰ البابی الحلبی.
* الحاکم نیشاپوری، محمد بن عبد الله. المستدرك علی الصحیحین. تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا. بیروت: دار الکتب العلمیة.
* الخطیب البغدادی، احمد بن علی. تاریخ بغداد. بیروت: دار الکتب العلمیة.
* السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن. الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور. قاهرة: دار الفکر.
* السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن. الجامع الصغیر. بیروت: دار الفکر.
* الطبرانی، سلیمان بن احمد. المعجم الکبیر. تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی. قاهرة: مکتبة ابن تیمیة.
* الطبرانی، سلیمان بن احمد. المعجم الاوسط. تحقیق: طارق بن عوض الله وعبد المحسن بن ابراهیم الحسینی. قاهرة: دار الحرمین.
* الطبری، محمد بن جریر. جامع البیان عن تأویل آی القرآن (تفسیر الطبری). تحقیق: احمد محمد شاکر. بیروت: مؤسسة الرسالة.
* القاضی عیاض بن موسیٰ. الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ.
* القسطلانی، احمد بن محمد. المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة. قاهرة: المطبوعة الکبری الامیریة.
* القرطبی، محمد بن احمد. الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی). بیروت: دار الکتب العلمیة.
* المناوی، محمد عبد الرؤوف. فیض القدیر شرح الجامع الصغیر. بیروت: دار الکتب العلمیة.
* الهیتمی، نور الدین علی بن ابی بکر. مجمع الزوائد و منبع الفوائد. بیروت: دار الکتب العلمیة.

- ❋ النووی، یحییٰ بن شرف. شرح صحیح مسلم. بیروت: دار إحیاء التراث العربی.
- ❋ الزرقانی، محمد بن عبد الباقی. شرح المواهب اللدنیة. بیروت: دار الکتب العلمیة.
- ❋ امام احمد رضا خان، مفتی. فتاوٰی رضویہ. لاہور: رضا فاؤنڈیشن.
- ❋ فیضان امہات المؤمنین. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ برہان پوری، محمد ادریس. مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح. گجرات: نعیمیہ کتب خانہ.
- ❋ مولانا محمد امجد علی اعظمی. بہار شریعت. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الاعظمی. سیرت مصطفیٰ ﷺ. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ مولانا حسن رضا خان. ذوق نعت. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ محمد طیب نقشبندی. عظمت اہل بیت رسول ﷺ. لاہور: مکتبہ برہان القرآن.
- ❋ عظمت صحابہ و اہل بیت کرام. کراچی: ادارہ اہل سنت. (2001)
- ❋ سادات کرام کی عظمت. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ سعدی، مصلح الدین. بوستان سعدی
- ❋ ہزاروی، محمد عبد القیوم. عقائد و مسائل. لاہور: مکتبہ قادریہ.
- ❋ مراد آبادی، نعیم الدین. سوانح کربلا. کراچی: المدینۃ العلمیۃ.
- ❋ السیوطی، جلال الدین. تاریخ الخلفاء.
- ❋ نعیم الدین مراد آبادی. خزائن العرفان (ترجمہ و تفسیر قرآن).
- ❋ متقی، علی بن حسام الدین. کنز العمال.
- ❋ احمد رضا خان. حدائق بخشش. کراچی: مکتبۃ المدینہ.
- ❋ محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ. حجۃ اللہ البالغۃ. بیروت: دار المعرفۃ.
- ❋ امہات المومنین. کراچی: المدینۃ العلمیۃ.
- ❋ الملّا علی القاری، نور الدین. مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح. ملتان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ.
- ❋ نعیمی، احمد یار خان. مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح. گجرات: نعیمی کتب خانہ.
- ❋ آحمد یار خان. شان حبیب الرحمن. لاہور: مکتبہ اسلامیہ اردو بازار.
- ❋ محمد مرغوب اختر القادری. بہار عقیدت. کراچی: مکتبۃ المدینہ.

تفصیلی فہرست